Pakistanipoint
Waqar Azeem

Scanned with CamScanner

مصباح علی

اکسیرِ چارہ گری

مکمل ناول

کہر کے پھیلائے سرمئی اندھیروں کے سبب سڑک پر ٹریفک معمول سے کم تھا۔ ہر گزرنے والی گاڑی کی ہیڈ لائٹس روشنی اگلتی ہارن بجاتی اپنے رستے بنا رہی تھی۔ اسی معمولی ٹریفک میں اس کی گاڑی کی ہیڈ لائٹس یک دم بند ہوئیں، ٹائر چرچرائے۔ گاڑی رکی۔ وہ دروازہ کھول باہر نکل آیا تھا۔ رائل بلیو ڈریس سوٹ، سفید کالر شرٹ، انہی رنگوں کی ہم مزاج اسٹرپ والی ٹائی اور ٹائی پر لگی قیمتی نگوں کی پن، کفلنکس، مہنگے فریم کی عینک اس کی کھلی رنگت پر بہت اٹھ رہی تھی۔ ترچھی مانگ نکال کر بالوں کو پیچھے جما رکھا تھا۔ ایک بھرپور شخصیت، اگر کوئی ایک نظر اٹھا کر دیکھے تو دوسری نگاہ ڈالنے کی خواہش خود بخود دل میں جگہ بنانے لگتی۔ سب کچھ مکمل تھا اور اگر اس سب میں کچھ نہیں تھا تو وہ اس کا اپنا آپ۔

بے پناہ تالیوں کا شور، ستائشی نگاہیں، فخریہ جملوں کی گونج ابھی تک اس کے کانوں کے پردے لرزا رہی تھی۔ "ڈاکٹر حماس حیدر" اس کا نام ایوارڈ کے لیے پکارا گیا۔ کچھ جونیئرز فرط محبت میں تالیاں بجاتے کھڑے ہوگئے تھے۔ اس نے کھڑے ہوتے ہوئے اپنے کوٹ کا بٹن بند کیا۔ ایک دو سینئرز سے جھک کر مصافحہ کرکے اور کھڑے جونیئرز کا ہاتھ اٹھا کر شکریہ کرتے تیزی سے اسٹیج پر چڑھا تھا۔ اس کا چہرہ خوشی سے دمکنے کے بجائے سرد اور سپاٹ سا تھا۔ بنا کسی تاثر کے اس نے مصافحہ کرتے ایوارڈ شیلڈ پکڑتے شکریہ ادا کیا اور تیزی سے مڑنے لگا تھا۔ جب کمپیئر نے اسے روسٹرم پر آنے کی دعوت دی۔

"ڈاکٹر حماس حیدر! آپ کچھ کہیں گے نہیں، میرا مطلب ہے کوئی پیغام ینگ جنریشن کے لیے۔" ہال میں بیٹھے تمام نوجوان کی آنکھیں یک لخت جگر جگر کرنے لگی تھیں۔ اس نے لمحہ بھر سوچا پھر اثبات میں سر خم کرتا قدم قدم روسٹرم کی جانب بڑھا۔ مائیک درست کرتے ہوئے کہنیاں روسٹرم پر اعتماد سے جمائی تھیں۔ نچلے لب پر زبان پھیر کر اپنی گمبھیر آواز میں سلام کے بعد کہا تھا۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

”میں اتنا ہی کہوں گا کہ زندگی اور قسمت ایک دوسرے کے ساتھ سفر کرتے ہیں‘ کہیں زندگی دھوکا دیتی ہے‘ کہیں قسمت‘ دیکھنا یہ ہے آپ کیا کرتے ہیں؟“ اس نے پل بھر ٹھہر کر سانس لیا۔ ”میرا مشورہ ہے‘ اپنی زندگی‘ قسمت کو جینے مت دیں بلکہ زندگی کو کہیں کہ وہ قسمت کو جیے ـــــ شکریہ۔“

کھچا کھچ بھرے ہال میں مجال ہے کہ کسی کو ایک حرف بھی سمجھ میں آیا ہو۔ وہاں ـــ مختلف شعبوں کے سائنس دان بیٹھے تھے۔ پلازمہ سے کھیلنا‘ کمپاونڈ بنانا‘ نتیجے اخذ کرنا سب مشکل ترین کام آتے تھے۔

ارشمیدس کی تھیوری پڑھنے والے ’اس اٹامک انرجی کے بہترین سائنس دان کے پاگلوں والے فلسفے کو کیا سمجھ پاتے۔ سب کے چہرے بے تاثر مسکرائے تھے ایسے جیسے سمجھنے کی کوشش کی ہو مگر ماتھے پر چسپاں تھا‘ ککھ سمجھ نہیں آئی۔

”پاگل‘ پتا نہیں کیا کہہ گیا ہے۔ زندگی‘ قسمت‘ دھوکا ـــ ہونہہ ’گدھا ـــ بھلا یہ بتاتا کیسے تجربہ اتنا کامیاب گیا‘ کس کی تھیوری پڑھتا رہا ہے‘ مگر کیوں اپنے راز دے بھئی‘ ورنہ ہم بھی گولڈ میڈلسٹ نہ بن جائیں ’اس کی طرح۔“

وہاں بیٹھے اکثر نوجوانوں نے ایسا ہی کچھ سوچا تھا۔

اسی ہال کی آخری نشستوں پر ایک شخصیت ایسی بھی تھی جس نے حرف حرف سنا تھا‘ سمجھا تھا اور بھوری آنکھوں میں حرف کانچ بن کر چبھے بھی تھے۔ اس نے چھوٹی سی ناک کی نادیدہ نمی ”سوں“ کرکے چڑھائی‘ گود میں رکھا سفید کوٹ اور اپنا پرس اٹھایا۔ آڈیٹوریم کی سیڑھیوں پر چڑھتی پچھلے دروازے کی جانب بڑھی۔ گارڈ نے فوراً“ روک لیا تھا۔ ملک کے انتہائی قابل سائنس دان اکٹھے تھے اور ایک مہمان دوران تقریب یوں اٹھ کر جائے فکر تو بنتی ہے۔ وہ کسی معمولی گھر سے نہیں آئی تھی۔ بلکہ اسی ہال میں موجود مہمان خصوصی کی مہمان تھی۔ گارڈ نے اس کا کارڈ دیکھا‘ ادب سے سر جھکا کر ہاتھ سے دروازے کی جانب اشارہ کیا خود کار دروازے کا قفل قدم آگے بڑھاتے ہی کھل گیا۔

اب وہ آڈیٹوریم کے خارجی دروازے کے باہر کھڑی تھی۔ ہر منظر یخ بستہ دھند میں لپٹا نم آلود تھا۔ اس کے لیے یہ فیصلہ کرنا دشوار تھا کہ فضا میں دھند زیادہ ہے یا اس کی نگاہوں میں‘ وہ گم صم تھی۔

☼ ☼ ☼

وہ واقعی حیرت سے بیٹھی تھی۔ اس کے سامنے لیپ ٹاپ کی روشن اسکرین پر MCAT (میڈیکل کالج ایڈمیشن ٹیسٹ) کی ہی لسٹ موجود تھی۔

”اتنی جلدی!“ اس نے تحیر سے سوچا۔ صرف چار گھنٹے بعد ہی فہرست لگا دی گئی تھی۔ اس نے سب سے پہلے اپنی کاربن کاپی سے اپنا رزلٹ چیک کیا تھا۔

”ہررے ـــ!“ مارے خوشی کے چہرہ کھل گیا تھا۔

”ڈاکٹر بسامہ۔“ اسے اپنے منہ سے اپنا نام پکارنا بے حد اچھا لگا تھا۔ کتنی خواہش تھی اپنے نام کے ساتھ ڈاکٹر لفظ لگانے کی اور اب وہ وقت قریب تھا جب ڈاکٹر اس کے نام کا حصہ بننے جا رہا تھا۔ اسے انٹری ٹیسٹ میں اپنے اتنے ہی نمبروں کی امید تھی۔ اس نے فوراً“ حماس کو ٹیکسٹ کیا تھا۔

”لسٹ آگئی ہے۔“

”ہاں پتا چلا ہے‘ بٹ نیٹ بزی۔“ اس نے جواباً“ لکھا۔

”مجھے پتا چل گئے۔“

”کتنے“ دونوں تیز تیز ٹائپ کر رہے تھے۔

”921/1100۔“ بسامہ نے ٹائپ کیا۔

”اوہو‘ مبارکاں۔“

”تھینکس۔“ حماس کے مبارک دینے پر اس نے شکریہ کہا ساتھ ہی ایک اور میسج آگیا۔

”اگریگیٹ؟؟؟؟“

”873409“

”گڈ ـــ“

فتح کے نشان کے مسکراتے کارٹون کے ساتھ رابطہ منقطع ہو گیا تھا۔ غالباً“ حماس کی لسٹ کھل گئی تھی۔

Scanned with CamScanner

✡ ✡ ✡

حماس نے پورا ہفتہ کسی کا فون اٹینڈ نہیں کیا تھا۔ اسے یقین نہیں آتا تھا۔ حماس حیدر جو بہت بچپن سے اپنے ہر کاپی رجسٹر، کتاب پر یہاں تک کہ اگر کہیں بھی نام لکھنا پڑ جاتا تو وہ ڈاکٹر حماس حیدر لکھتا۔ اور دوسرا ہنس پڑتا، گال پر تھپکی دیتے یہی کہتا۔ "ارے پیدائشی ڈاکٹر" اور اب یہ کیا ہو گیا اس کے ساتھ؟؟

بسامہ کی ہمت نہ ہوئی کہ کس طرح اس کی ہمت بندھائے۔ عجیب دوراہا تھا۔ اپنی کامیابی بھی بے حد پھیکی، بے جان لگ رہی تھی۔ وہ اکٹھے پڑھنے کے خواب، مسیحائی کا دعویٰ۔ دکھی انسانیت کی خدمت، خیراتی اسپتال سب کرچی کرچی ہو گیا تھا۔

"اف خدایا، اب کیا ہو گا؟ حماس کیا کرے گا، میڈیکل اس کا خواب ہے، وہ تو کہتا ہے، وہ اس کے بنا مر جائے گا اور... اور میں اللہ!" بہت تکلیف سے اس کی سانسوں سے نکلا۔ "میں اس کے بغیر" اس کی سانس رکی، وہ جھٹکے سے اٹھی۔

دوپٹا جلدی سے سر پر جمایا۔

"پلیز، پلیز، پیارے اللہ جی حماس کے لیے کوئی راستہ، کوئی صورت، کوئی طریقہ نکال دیں، اس کا داخلہ ہو جائے، وہ ڈاکٹر بن جائے۔"

ابھی ایف ایس سی کا رزلٹ آنا تھا اور پھر وہ دن بھی آ گیا۔ جب ٹی وی اسکرین، تمام بورڈز کی جانب سے فائنل رزلٹ کی پٹی نشر ہو رہی تھی۔

"لاہور بورڈ... اول پوزیشن حماس حیدر 1100/ 1062..."

یہ کوئی ان ہونی خبر نہیں تھی اس کے تمام اساتذہ، دوست، کالج فیلوز کو پتا تھا۔ ظاہر ہے وہ فرسٹ ایئر میں امتیازی نمبروں پر تھا۔ یہ تو ہونا تھا مگر رزلٹ کی تقریب کے دعوتی خط پر جو کچھ اس کے گھر پر ہوا تھا، وہ کسی کو نہیں پتا تھا۔ خط دیکھتے ہی وہ کسی ہسٹریائی کیفیت میں چیخا تھا۔ خط کے پرزے پرزے کر کے فضا میں بکھیر دیے۔

"نہیں، نہیں چاہیے مجھے کوئی پوزیشن، نہیں چاہئیں مجھے ان کے میڈلز، آگ لگا دوں گا میں ہر چیز کو۔"

"حماس، حماس... میری جان کیا ہو گیا۔ پاگل ہو گیا ہے تو، کیوں ایسے کر رہا ہے۔" زینت کھانا بنا رہی تھیں، سب کچھ چھوڑ کچن سے بھاگتی نکلی تھیں۔ بیٹے کی یہ کیفیت ان کا دل ہلا رہی تھی۔

"ہاں، ہاں پاگل ہو گیا ہوں، آپ کا بیٹا پاگل ہو گیا ہے امی..." وہ اپنے بال نوچتے ہوئے دھاڑا تھا۔

"یہ تو کیا کر رہا ہے حماس، تجھے پتا بھی ہے، تو بارہویں میں بہت زیادہ نمبروں سے پاس ہوا ہے، تجھے سونے کا تمغہ ملے گا... وظیفہ ملے گا۔"

"ہاں... ہاں ملے گا، میرا مذاق اڑانے کے لیے یہ سب کچھ مجھے دیں گے۔" اس کے لہجے نے کاٹ دار کروٹ بدلی۔

"امی تمہارا وہ بیٹا جو نرسری سے اول آ رہا ہے، جسے ہر بورڈ نے تمغہ دیا اور اب سونے کا تمغہ اس لیے ملے گا کہ وہ ایف ایس سی پری میڈیکل میں ٹاپ کر گیا اور اس ٹاپر کو انٹری ٹیسٹ میں یو ایچ ایس۔" اس نے انتہائی کرب اور تکلیف سے دانت جما کر کہا۔ "نے فیل کر دیا ہے، ٹوٹلی فیل، میری آنکھوں سے خواب نوچ لیے ہیں امی... میرے خواب۔" وہ پھر سے چلانے لگا تھا۔

"میں اب ڈاکٹر نہیں بن سکتا امی۔" وہ چلا رہا تھا اور بسامہ چھوٹے سے بوسیدہ لکڑی کے دروازے کے بیچ سینے پر ہاتھ لپیٹے کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کی اس حالت پر اس کے اندر جو بھی شکست و ریخت ہو رہی تھی مگر اس کے سامنے وہ حوصلے سے آگے آئی اور جم کر بولی۔

"تم سے کس نے کہا حماس، تم بیکار ہو گئے ہو، میڈیکل زندگی کا آخری کنارہ نہیں ہے۔" اس نے سرعت سے نگاہ اٹھائی تھی اور صرف ایک جملہ کہا۔

"تم کہہ سکتی ہو..." بسامہ کا اندر تک جھلس گیا... مگر وہ کچھ اور بھی کہہ رہا تھا۔ "تم نے مجھے بیٹ کر ہی دیا،"

مبارک ہو ڈاکٹر بسامہ۔۔۔" شاید تیر کا نشتر اتنا گہرا نہ ہوتا جتنا اس وقت اس کا انداز لگا تھا۔

اس نے تو کبھی خیال میں بھی یہ نہ سوچا تھا کہ میرا ایڈمیشن ہو جائے اور حماس رہ جائے۔ اس کے لہجے کی تختی سے قطع نظر وہ مسکرائی۔

"بیوقوف لڑکے! میرا تو ایگریگیٹ بنتا ہے' زیادہ سے زیادہ کہاں ایڈمیشن ہو گا' نشتر ملتان یا پھر پی ایم سی (پنجاب میڈیکل کالج فیصل آباد) میں۔۔۔ اور تم' تم کے' ای (کنگ ایڈورڈ لاہور) کا میرٹ بنا سکتے ہو' بلکہ بناؤ گے۔" حماس نے ہونہہ میں گردن جھٹکی مگر وہ اپنی بات پوری کر رہی تھی "اور تم یہ بھی جانتے ہو اسی فیصد ریپیٹر کامیاب ہوتے ہیں' تم ریپیٹ کرو گے۔" وہ مد مقابل اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ٹھوس لہجے میں بولی تھی۔ حماس کی سیاہ آنکھوں میں یک لخت بہت سا پانی بھر آیا۔

"ہاں ہاں بیٹا تم کامیاب ہو جاؤ گے۔" ڈاکٹر عندلیب شہر کی مشہور اسکن اسپیشلسٹ' بسامہ کی والدہ آگے بڑھیں اور اس کے کندھے پر تھپکی دی۔

"ہو جاتا ہے' کبھی کبھی غلط بھی ہو جاتا ہے' بٹ ٹرائی اگین۔" ڈاکٹر عندلیب کو بسامہ ضد کر کے اپنے ساتھ لائی تھی۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ حماس ایم سی اے ٹی کی ناکامی پر جتنا بھی افسردہ اور گم صم تھا مگر ایف ایس سی کی شان دار کامیابی آج اس پر بھر بھر تھال انگارے پھینک رہی ہو گی۔ ایف ایس سی میں ایسا میڈل ملنے کا کیا فائدہ جب اس سے ٹیسٹ میں یہ کہہ دیا جائے۔

"یو آر ٹوٹلی فیل۔ تم ڈاکٹر نہیں بن سکتے' میرٹ پر نہیں۔۔۔"

"آہ! پری میڈیکل کا ٹاپر' ڈاکٹر نہیں بن سکتا' کتنی مضحکہ خیز خبر ہے' ہیں ناں۔۔۔"

☆ ☆ ☆

ناشتے کی میز بجی تھی۔ ڈاکٹر سبطین حسین جنرل فزیشن اخبار کی خبروں پر نظریں دوڑاتے گھونٹ گھونٹ چائے پی رہے تھے۔ ایک چوڑی پٹی کی خبر تھی۔

"بورڈ نے میٹرک کے سالانہ امتحانات کے نتائج کا اعلان کر دیا ہے۔"

بچوں کی تصاویر کے ساتھ ان کی رول نمبر اور حاصل کردہ نمبر درج تھے۔ سبطین نے ایک خفا خفا سی نگاہ سامنے بیٹھی مزے سے سلائس پر جیم لگا کر کھاتی بسامہ پر ڈالی۔ ان کی بے حد خواہش تھی کہ کبھی بسامہ بھی بورڈ میں ٹاپ کرے۔ مگر خیر۔ وہ صفحہ پلٹنے ہی والے تھے کہ ان کے پیچھے ہاتھ باندھے کھڑے ان کے باورچی نیاز محمد نے صفحہ دیکھا اور نگاہ ایک تصویر پر رک گئی۔ وہ بہت فخر سے آگے بڑھا۔

"صاب جی' یہ ہمارے محلے کا لڑکا ہے۔"

"ہوں۔۔۔" ڈاکٹر سبطین چونکے پھر اس بچے کی اول پوزیشن دیکھ کر اچٹتی نگاہ نیاز محمد پر ڈالی۔ بے ساختہ بولے۔

"ٹیلنٹ ہمیشہ ایسے علاقوں میں ہی جنم لیتا ہے۔" چائے قدرے تلخ لگی تھی پھر وہی خواہش کاش بسامہ بھی۔۔۔!

"ہاں جی۔" نیاز محمد کی آواز میں سارا غرور آ گیا۔ "بڑا ہی بیبا بچہ ہے' ہر وقت کتابیں اور وہ۔ کبھی گلی میں کھیلتے' فضول پھرتے نہیں دیکھا' چھوٹے بچوں کو ٹیوشن بھی پڑھاتا ہے۔۔۔ صاب جی! اس نے پانچویں میں بھی بڑے نمبر لیے تھے' وظیفہ ملا تھا پھر آٹھویں میں تو وظیفے کے ساتھ کسی افسر نے تمغہ بھی دیا تھا' اب تو پتا نہیں کیا کیا ملے گا۔" اس کے آخری جملے پر ڈاکٹر سبطین زور سے ہنس دیے۔ کپ کو پرچ میں رکھتے ہلکا سا سر دھنا۔

"ارے شہر میں نہیں' پورے ڈویژن میں بورڈ ٹاپر ہے۔ تم بھی اپنے بچوں سے کہا کرو کہ پڑھا کریں آگے بڑھنا ہے تو تعلیم دوا نہیں۔"

"ہائے جی میں تو ان کمینوں کو روز کہتا ہوں" کان سے پکڑ پکڑ اسکول چھوڑ کر آتا ہوں پر ناجی۔۔۔ بہت ہی بے غیرت ہیں۔" وہ خالی برتن سمیٹتے ہوئے کسی روبوٹ کی طرح شروع ہو گیا تھا۔

رنگ جائے سالوں کے....."

اس کے گالی دینے پر ڈاکٹر نے گھر کا۔ اسے بریک لگی اور رسامہ اس کے بریک لگنے کا انتظار کر رہی تھی۔ جب سے اس نے لسٹ میں ٹاپرز کے نام اور نمبرز دیکھے تھے اس کے اندر کھلبلی مچی تھی۔

"کن جینئس کی اولاد ہے یہ 'کیسے اتنے نمبرز آگئے' محنت تو میں نے بھی کی تھی۔ صرف بیس نمبر ہی اس سے کم ہیں اور وہ ٹاپر۔"

اور اب نیاز بابا کے منہ سے اس کا نام سن کر وہ فوراً بولی۔

"نیاز بابا! حماس حیدر آپ کے محلے کا ہے؟ کیا واقعی؟" اسے شدید حیرت ہوئی تھی۔

"ہاں جی....." وہ برتن چھوڑ کر فخر سے ایسے بولا جیسے وہی حماس حیدر ہو۔ حالانکہ وہ کتنا شدید حسد کرتا تھا اس سے 'جب بھی اس کا کوئی رزلٹ آتا تو اپنے بچوں کی خوب دھلائی کرتا۔

"وہ بھی تو تمہارے جیسا ہے بدبختو 'دیکھو کتنے نمبر لیے 'اس کا تو کمانے والا باپ بھی نہیں 'خود کماتا ہے 'ایک تم ہو کھاپی کے برابر۔" اور نیاز محمد کی بیوی دل ہی دل میں اسے بددعائیں دیتی۔

"پتا نہیں منحوس کب تک نمبر لے لے کر میرے بچے پٹواتا رہے گا 'کتابی سنڈا۔" لیکن اس وقت اس کا پڑوسی ہونے کے سبب وہ پورے فخر سے گردن اکڑائے کھڑا تھا۔

"بی بی 'اسے تو بڑے بڑے کالجوں سے دعوت آ رہی ہے مفت پڑھانے کی 'نویں میں بھی نمبر اچھے تھے ناں۔"

"اچھا بس ہو گیا حماس نامہ۔" ڈاکٹر سبطین نے اخبار لپیٹتے ہوئے موضوع بھی لپیٹا۔ ڈاکٹر عندلیب اپنا بیگ اور چیزیں اٹھا کر کمرے سے باہر آگئی تھیں۔

"ہمیں دیر ہو رہی ہے۔ اسپتال پہنچنا ہے۔" انہوں نے اپنی چابیاں 'موبائل اور ایک دو کتابیں اٹھاتے ایک بار پھر رسامہ کو دیکھا تھا۔

مشہور مزاح نگار اور شاعر

انشاء جی کی خوبصورت تحریریں،

کارٹونوں سے مزین

آفسٹ طباعت، مضبوط جلد، خوبصورت گرد پوش

کتاب کا نام		قیمت
آوارہ گرد کی ڈائری	سفرنامہ	450/-
دنیا گول ہے	سفرنامہ	450/-
ابن بطوطہ کے تعاقب میں	سفرنامہ	450/-
چلتے ہو تو چین کو چلیے	سفرنامہ	275/-
نگری نگری پھرا مسافر	سفرنامہ	225/-
خمار گندم	طنز و مزاح	225/-
اُردو کی آخری کتاب	طنز و مزاح	225/-
اس بستی کے کوچے میں	مجموعہ کلام	300/-
چاند نگر	مجموعہ کلام	225/-
دل وحشی	مجموعہ کلام	225/-
اندھا کنواں	ایڈگر ایلن پو/ ابن انشاء	200/-
لاکھوں کا شہر	او ہنری/ ابن انشاء	120/-
باتیں انشاء جی کی	طنز و مزاح	400/-
آپ سے کیا پردہ	طنز و مزاح	400/-

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37، اردو بازار، کراچی

Scanned with CamScanner

"آج تمہارے لیے فارمز لے آؤں گا۔ پنجاب کالج ٹھیک ہے نا؟"

"جی۔۔۔ جی۔" وہ خوشی سے بولی۔ "ان کا رزلٹ سب سے بیسٹ ہے۔"

"اور میرا خیال ہے تم اس بیسٹ کا حصہ بننا چاہو گی۔۔۔" ڈاکٹر عندلیب نے مسکرا کر اسے دیکھا تو ڈاکٹر سبطین نے ٹکا کر چوٹ کی۔

"نہیں نہیں بیگم۔۔۔ یہ بیسٹ ویسٹ ہماری شہزادی کے بس کا روگ نہیں۔"

وہ غرا کر بولی تھی۔ "ایسے ہی نہیں، آپ دیکھنا تو سہی۔"

☼ ☼ ☼

کالج کے دن بہت ہی شان دار تھے۔ پڑھائی زوروں پر تھی۔ گرلز کیمپس میں بسامہ سبطین سب سے آگے تھی۔ خاصی مشہور، ایک وجہ والدین مشہور ڈاکٹرز اور دوسری وجہ ذہانت۔

"بھئی یہ تو جینز میں ملتی ہے۔" اکثر کی یہی رائے تھی۔ البتہ بوائے کیمپس میں حماس حیدر بہت اونچا جا رہا تھا۔ فرسٹ ایئر کے سینڈ اپس (پیپرز) کا رزلٹ نوٹس بورڈ پر لگا دیا گیا تھا۔ بہت سی بچیاں اپنے نمبر دیکھ دیکھ کر گزر رہی تھیں وہ اور اعیزہ اپنے نمبروں پر تبصرہ کرنے لگیں۔

"یار تم تو کہہ رہی تھیں پیپرز اچھے نہیں ہوئے، تمہارے مارکس تو سب سے ہائی ہیں۔ تم واقعی بہت محنت کرتی ہو۔" اعیزہ نے اوپر اوپر سے مرعوب ہوتے ہوئے بسامہ کو سراہا اور دل اندر سے چٹکیاں بھر رہا تھا۔

"کمینی کے نمبر اس بار بھی مجھ سے زیادہ آ گئے۔ پیپروں میں بیمار بھی نہیں پڑتی۔"

"کہاں یار۔۔۔" وہ کسر نفسی سے بولی تھی۔ "مجھے تو کتاب کھولتے ہی نیند آجاتی ہے، پاپا مما ہر وقت ڈانٹتے رہتے ہیں مگر پڑھا ہی نہیں جاتا۔"

"ہونہہ، نمبر ایسے ہی آجاتے ہیں۔" اعیزہ نے دل میں کوسا۔

"ہم لڑکیاں مرجائیں گی مگر اپنی کامیابی کے گر کسی کو بتا دیں، ہو ہی نہیں سکتا، یہ لڑکے ہی ہوتے ہیں، شوخے۔۔۔ تھوڑا پڑھ کر زیادہ گانا، ایک سوال صحیح ہو گا بتائیں گے۔" "یار سارے ہی زبردست ہوئے ہیں، بے فکر رہ، میرے نمبر کہیں نہیں جاتے، اور آخر میں چاہے فیل ہی ہو۔ خیر۔" بسامہ مسکراتے ہوئے دوسرے بورڈ کی جانب بڑھی تھی۔

"آؤ اعیزہ لڑکوں کا تو چیک کریں، کتنے ہانیسٹ ہیں۔" لڑکوں کی فہرست دیکھتے ہوئے پہلا نمبر ہی چونکا گیا۔ 550/525 بسامہ کو دھچکا سا لگا البتہ اعیزہ کی آنکھیں پھیل گئیں۔ مصنوعی افسوس لہجے میں سموتے کہا تھا۔

"اوہو، تم سے دس نمبر زیادہ۔" دل میں بے حد خوشی ہو، چلو اگر یہ مجھ سے آگے ہے تو اس سے آگے بھی تو کوئی ہے ناں (وہی خواتین کی مخصوص جلن)

"بسامہ یار! یہ وہی لڑکا تو نہیں جو میٹرک کا ٹاپر تھا۔ یہی نام نہیں تھا اس کا حماس حیدر۔" وہ بھی نام کو خوب گہری نگاہ سے گھور رہی تھی۔

"ہوں۔ مجھے بھی لگ رہا ہے۔" پھر کچھ نمبروں کے صدمے سے نکلی کہ یہ کون سا بورڈ یا فائنل رزلٹ ہے۔ کندھے اچکا کر اعصاب نارمل کیے پھر پوری کی پوری اعیزہ کی جانب گھومی۔

"اور تمہیں پتا ہے یہ ہمارے کک کا محلے دار ہے۔"

"ہیں۔۔۔" اس کے لہجے سے "ہیں" میں حیرت ہی حیرت تھی۔

"ایسے کیسے ہو سکتا ہے، ایک کک کا محلے دار، موچی، ڈرائیور یا گارڈ کا بیٹا ہی ہو گا اور وہ شہر کا مہنگا ترین کالج کیسے افورڈ کر سکتا ہے بھئی۔ یار جانتی بھی ہو، ون لیک (ایک لاکھ) کے قریب فیس ہے سالانہ۔"

"بیوقوف۔۔۔" بسامہ نے اس کے ایک جڑا۔

"وہ ٹاپر تھا، سپر میٹس پر آیا ہو گا، فری اسکالر۔۔۔ اور میں نے تو سنا ہے۔ اپنے کالج نے سپر سیٹرز کو بائیک

Scanned with CamScanner

بھی دی ہیں۔"

"اچھا۔۔۔!" اعیزہ مرعوب ہوتے ہوئے سر دھننے لگی۔

☼ ☼ ☼

کالج میں فرسٹ ایئر کی فائنل تیاری زوروں پر تھی۔ روزانہ ٹیسٹ ' بہت سے بچوں نے اضافی کوچنگ سنٹرز 'اکیڈمیز جوائن کی تھیں۔ ڈاکٹر سبطین نے بھی بسامہ کو شہر کی بہترین اکیڈمی Kips میں ٹیسٹ دینے کا مشورہ دیا تھا' اور وہ اسے وہیں ملا تھا۔ لڑکوں کی رو میں پہلی نشست پر بیٹھا' بے حد سنجیدہ' صاف ستھری رنگت پر نئی آنے والی مونچھوں داڑھی کا عکس۔ نچلا ہونٹ درمیان سے مسلسل چباتے' وائٹ بورڈ پر گہری نگاہیں جمائے۔ میم لیکچر کے دوران اس سے بار بار وضاحت پوچھتی رہیں۔ وہ بہت عمدگی سے چند لفظوں میں بتاتا رہا۔ جب میم نے اس کا نام پکارا۔

"حماس حیدر' آئیں اس کا ریڈ میں شو کریں۔"

اس نے ترچھی نگاہ سے اسے اٹھتے دیکھا۔ سادہ سی بلیک جینز پر عام سی ٹی شرٹ پہن رکھی تھی۔ بہت مطمئن انداز میں کرسی سے ٹیک لگائے' وائٹ بورڈ دیکھنے میں محو تھا۔ ذہانت' روشن دماغی چہرے سے عیاں تھی۔ میم کی بات سنتے ہی اعتماد سے اٹھا۔ بورڈ پر لکھے فزکس کے سوال کو ایک بار غور سے پڑھا اور چند لکیریں کھینچ کر ڈائیگرام مکمل کی۔ اصل فیگر نکال دیا۔

"گڈ۔۔۔ Kips کو آپ پر فخر ہے' ہم چاہتے ہیں آپ ٹاپ کریں۔" اس کی پراعتماد مسکان میں یقین تھا۔ اب میم باقی بچوں سے کہہ رہی تھیں۔

"بلکہ ہم تو سب ہی بچوں سے چاہتے ہیں ہنڈرڈ پرسنٹ رزلٹ لائیں' بہت محنت کرتے ہیں۔ ہم آپ پر۔" سب نے خوشی میں سر ہلایا تھا اور بسامہ بال پوائنٹ کا سرا منہ میں بجاتی اسے حسرت و حسد کی ملی جلی کیفیت سے دیکھ رہی تھی۔

اس نے حماس حیدر کو کئی دن نوٹ کیا تھا۔ لیا دیا انداز' اپنے کام پر توجہ' اساتذہ میں مقبول اور ذرا بھی غرور نہیں۔ آج کلاس کے اختتام پر وہ اکیڈمی کے کوریڈور میں اس سے ملی تھی۔

"ایکسکیوزمی! وہ رکا' مڑا اور دیکھا۔

"جی!"

"السلام علیکم' آئی ایم بسامہ۔" بسامہ نے اپنا نرم و نازک ہاتھ آگے بڑھایا تھا۔ اس کی گہری نگاہ اس کے چکنے چہرے سے پھسلتی اس کے ہاتھ تک گئی۔ پھر اپنے دونوں ہاتھ اپنی جیبوں میں اڑستے کہا تھا۔

"وعلیکم السلام۔ میں گرلز سے ہاتھ نہیں ملاتا۔"

"اوہو۔۔۔" اسے کسی قدر سبکی کا احساس ہوا۔ نچلے ہونٹ کو کچلتے دونوں ہاتھ سینے پر لپیٹ لیے اور مستحکم لہجے میں بولی۔

"میں فائنل میں آپ کو بیٹ کرنے کا ارادہ رکھتی ہوں۔۔۔" غیر ارادی نکلنے والے جملے پر وہ قدرے حیران تھی' شاید یہ سبکی کا اثر تھا۔ جواباً" اس نے مدھم سا مسکراتے ہوئے کندھے اچکائے۔

"میں آپ کو ویلکم کرتا ہوں۔"

حیرت سے اس کی ترچھی کٹی بھنویں سمٹیں۔

"اچھا۔۔۔ غصہ نہیں آیا۔۔۔ آئی مین جیلسی وغیرہ۔"

"نہیں۔۔۔" وہ اسی بے نیازی سے بولا تھا۔ "آئی ہیو کانفیڈینس مائی ٹیلنٹ (مجھے اپنی صلاحیتوں پر بھروسا ہے۔)

"اور میں ٹیلنٹ کو چیلنج کرتی ہوں۔" نرم آواز میں بھی (وہ اپنے تاثرات پر قابو نہ رکھ سکی) اسے اس کے ٹھنڈے مزاج پر غصہ تھا۔ مگر وہ۔

"میں دعاگو رہوں گا۔" پھر وہی طمانیت بھرا لہجہ۔

"اُف۔" وہ متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکی۔ "میں بہت کم لوگوں سے متاثر ہوتی ہوں۔ تم نے متاثر کیا ہے۔" ایک بار پھر اپنا دوستی والا ہاتھ آگے بڑھایا۔

"اور میں تم سے دوستی کرنا چاہوں گی۔"

اس نے پہلے کی طرح اس کے ہاتھ کو متاسفانہ دیکھا۔ "میں دوستی کرنے کے لیے ہاتھ ملانا ضروری نہیں سمجھتا مس بسامہ' آنکھوں میں عزت' دل میں دعا ہونی چاہیے' اینڈ آئی ول پرے بیسٹ آف لک۔"

Scanned with CamScanner

کہہ کر قدم جماتا آگے بڑھ گیا۔
وہ ساکت رہ گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

ان کی بہترین دوستی کو دوسرا سال تھا۔ پہلے پہل بات چیت مضامین اور اساتذہ کی پسندیدگی سے شروع ہوئی۔ پھر چھوٹے موٹے موضوعات اور پھر تو باقاعدہ لیکچرز زیر بحث آنے لگے تھے اور بات یہاں تک پہنچی کہ ایک دوسرے کی موجودگی' غیر موجودگی کو نہ صرف محسوس کرتے بلکہ فوراً "ٹیکسٹ کرکے پوچھتے تھے۔

"کیوں نہیں آئے؟ بسامہ نے اپنے قیمتی ٹچ پیڈ سے پیغام بھیجا۔

"امی کی طبیعت ٹھیک نہیں۔" اس نے بٹنوں والے موبائل کو کھٹ کھٹ زحمت دی۔

"کیا ہوا؟" قیمتی موبائل کا سوال۔

"ٹمپریچر۔" سستا جواب۔

"ڈاکٹر کو دکھایا۔"

"نہیں ــ" ساتھ ہی دوسرا مسیج آگیا۔ "دوا البتہ دے دی ہے۔"

"اوہو' ڈاکٹر کو دکھاتے۔"

"ہمیں ایسے ہی ٹھیک ہونے کی عادت ہے۔"

"ہاہاہا۔"

"ہی ہی ہی۔"

بسامہ کئی بار اپنے ڈرائیور کے ساتھ اس کے گھر آئی۔ کبھی نوٹس لینے' کبھی کچھ سمجھنے' یا پھر اس کی امی کی عیادت کرنے۔ زینت بہت عمدہ کپڑے سلائی کرتی تھی۔ اسے یہاں آنے کا ایک بہانہ یہ بھی مل گیا تھا۔ اپنے اور مما کے کپڑے لے آتی۔ نہ اس نے پیسے دینے میں کچھ سوچا اور نہ زینت ہچکچائی' بیٹے کی کلاس فیلو اپنی جگہ' کاروبار اپنی جگہ۔ حماس بھی دو تین بار ڈاکٹر مبسطین' ڈاکٹر عندلیب سے ملا تھا۔ وہ دونوں ان لوگوں میں سے تھے جو ٹیلنٹ کی قدر کرتے ہیں۔ ایک ٹیلنٹڈ بچے سے بیٹی کی دوستی کوئی قابل اعتراض بات نہیں تھی۔ اس کے مسائل و حالات ایک الگ چیز تھی۔ دونوں ہی اس سے بہت پیار سے ملے۔ آگے کے ارادے' اس کے خیالات قابل ستائش لگے' انہوں نے اس کی حوصلہ افزائی کی تھی اور کئی بار بسامہ کو جتایا بھی تھا۔

"ہم نے تمہیں ہر طرح کی سہولیات دے رکھی ہیں تب تم بہتر رزلٹ لاتی ہو مگر کمال ہے حماس پر' اتنے مسائل ــ اور اسی محدود وقت میں ٹیوشنز دینا پھر زبردست رزلٹ' واؤ!! وہ میڈیکل سائنسز میں بہت نام بنا سکتا ہے۔"

"پاپا ــ" وہ نروٹھے پن سے بولی۔ "آپ اس کے خلاف میرے دل میں جیلسی بھر رہے ہیں ناں۔"

"جیلسی نہیں' مقابلے کے لیے اکسا رہا ہوں ــ بیوقوف لڑکی ــ ہم تمہیں نامور ڈاکٹر دیکھنا چاہتے ہیں۔"

☼ ☼ ☼

یہی کچھ کبھی کسی دور میں حماس کے ماں باپ نے بھی اس سے کہا تھا اور اس کے دل پر لکھا گیا تھا۔

"ڈاکٹر حماس حیدر۔"

مارچ کا موسم رخصت ہونے کو تھا۔ گرمی کی آمد آمد تھی۔ کچھ تعلیمی میدان بہت گرم چل رہا تھا۔ یکے بعد دیگرے بورڈز پیپرز لے کر کلاسز فارغ کر رہا تھا۔ سیکنڈ ایئر کے پیپرز شروع ہونے میں ایک ماہ باقی تھا۔ آج کل ان کے گرینڈ ٹیسٹ چل رہے تھے۔ اکیڈمی بھی خوب زور لگا رہی تھی۔

آج کا ٹیسٹ بہت اچھا اور امید افزا رہا تھا۔ وہ بہت خوش تھا۔ اکیڈمی کے باہر بنے گراؤنڈ میں ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر اپنا ٹیسٹ دیکھ رہا تھا۔ وہ بھی اس کے سامنے آبیٹھی۔ ہاتھ میں دو آئس کریم اسکوپ تھے۔ ایک اس کی جانب بڑھایا۔ اس نے بھنوئیں اچکا کر اسے دیکھا۔

"یہ کس لیے؟

"تمہارے ٹیسٹ کی خوشی میں۔"

"ٹریٹ تو مجھے دینی چاہیے تھی۔"

Scanned with CamScanner

"ہاں تو تم سے لوں گی ناں۔۔۔ یہ تو میں ایڈوانس میں دے رہی ہوں۔ اوکے۔"

"اوکے۔۔۔"

آئس کریم کھاتے ہوئے اس کی نگاہ سامنے نادیدہ مناظر پر تھی اور لہجہ کھویا ہوا۔

"بسامہ۔۔۔"

"ہوں۔۔۔"

"میرا خواب ہے میں ایک بڑا سا خیراتی اسپتال بناؤں۔۔۔ جہاں ہم دونوں کام کریں۔"

"اچھا۔۔۔" اس نے استعجابیہ گھر کا۔

"و تمہارا تو یہ بھی خواب ہے کہ تم کے ای میں پڑھو۔"

"ہاں ناں۔" اس نے برملا اعتراف کیا۔

"اور یہ بھی خواب ہے' نامور سرجن بنو۔"

"ہوں۔"

"اور انٹری ٹیسٹ میں ٹاپ کرو۔"

"بالکل۔۔۔" وہ سب اعتراف کر رہا تھا۔

"اور تم نے کہا تھا کہ یہ بھی خواب ہے میرے ساتھ پڑھو۔" اب کے وہ بولا نہیں بلکہ مسکراتے ہوئے زور سے اثبات میں سر ہلایا۔

"ایک زندگی میں اتنے خواب' خواب ہیں یا سیل روز نیا سناتے ہو۔" اس کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"اگر تم غور کرو تو سب خواب ایک ہی منزل کی کڑی ہیں' اسٹیپ بائی اسٹیپ۔"

"لیکن ضروری تو نہیں کہ نامور ڈاکٹر بننے کے لیے کے ای ہی جاؤ' میرے ساتھ ہی پڑھو' ہاسپٹل ویسے بھی کھول سکتے ہو۔"

"ہاں۔۔۔ لیکن خواب تو اچھے دیکھنے چاہئیں ناں۔"

"چاہے ان خوابوں' خواہشوں کی ڈھیری میں بندہ بھول ہی جائے زیادہ اہم کون سا ہے۔" وہ ہنسا۔

وہ آئس کریم کا آخری چمچ منہ میں رکھتے ہوئے دھیرے سے بولا تھا۔ "میں نے خوابوں کے ڈھیر کی بات کی ہے' خواہشوں کی نہیں۔۔۔ خواہش صرف ایک ہی ہے۔۔۔" ایک لمحے کے لیے دونوں کی نگاہیں ملی تھیں اور اس کی آنکھوں میں ذومعنی تاثر تھا' فوراً نگاہوں کا زاویہ بدل لیا۔ بسامہ نے بھی اس کی خواہش نہیں پوچھی تھی۔ کچھ باتیں نہ ہی کہیں جائیں تو زیادہ اثر انگیز ہوتی ہیں۔ اس نے بات ہی بدل دی۔

"تم ایم سی اے ٹی کی تیاری کہاں سے کر رہے ہو؟"

"کہاں سے کرنی ہے' ظاہر ہے ادھر اپنی اکیڈمی سے ہی۔" لہجے میں بیزاریت اتر آئی تھی۔

"یار' ویسے یہ اکیڈمی والے بڑا ظلم کرتے ہیں' نوے دن کی کوچنگ اور ٹیوشن فیس پچاس ہزار' کچھ کنسیشن ہونی چاہیے۔۔۔ جسٹ نوے دنوں میں کروڑوں روپیہ اکٹھا کر لیتے ہیں۔" اس نے آئس کریم کا خالی اسکوپ دور اچھالا۔

"پوزیشن ہولڈر کو گاڑی دیتے تو ہیں۔"

"ہونہہ' گاڑی۔۔۔ چار پانچ لاکھ کی۔۔۔ فضول ترین۔"

"تم کہہ سکتی ہو' تمہارے ابا کی بیس لاکھ کی گاڑی ہے' مگر سوچو' پچاس ہزار فیس جمع کروا کر چار پانچ لاکھ کی گاڑی مل جائے تو کیا مضائقہ ہے۔ ایک تیر سے دو شکار' گاڑی بھی داخلہ بھی۔۔۔"

فرسٹ ایئر کے رزلٹ کے مطابق حماس حیدر فی الحال متوقع بورڈ ٹاپر تھا اور بسامہ نے اسے دو انگلیاں ہلا کر دکھائیں۔

"دو دو گاڑیاں۔۔۔ کالج کی تو تمہاری پکی ہے۔۔۔ اکیڈمی کی طرف محنت کر لو۔"

"ہاں اور وہ دونوں بیچ کر ایک ڈھنگ کی لے لوں گا' تاکہ کچھ تو تمہارے پاپا کی گاڑی کا مقابلہ ہو۔" اس نے سرسری بات کی تھی اور وہ فوراً بولی۔

"کیا پاپا سے مقابلہ بھی تمہارا خواب ہے؟" وہ بے ساختہ زور سے ہنسا۔

"بھئی شہر کے بہترین فزیشن' مایہ ناز ڈاکٹر کے ہزبینڈ' جن کی اکلوتی بیٹی ڈاکٹر بننے کی تیاری کر رہی ہو۔۔۔ تو پھر مجھے کچھ جیتنے کے لیے مقابلے تو کرنے پڑیں گے ناں۔" اس کی ذومعنی مسکراہٹ اسے سٹپٹا گئی۔ اس نے

Scanned with CamScanner

سر پہ فائل دے ماری۔
"دفع ہو جاؤ۔" وہ اٹھ کر جانے لگی تو اس نے ہانک لگائی۔
"رکو میں چھوڑ دوں گا.... بائیک پر۔"
"جی نہیں۔" اس نے مڑ کر آنکھیں دکھائیں۔
"پاپا سے ٹانگیں نہیں تڑوانی' میرا ڈرائیور باہر کھڑا ہے' سمجھے۔"

☆ ☆ ☆

بیس دنوں کی اعصاب شکن محنت' دن رات کے رت جگوں کے بعد ان کے سیکنڈ ایئر کے پیپرز خاصے شاندار ہو گئے تھے۔ اور اگلے دن ہی اپنی پیپرز کی تمام تھکاوٹ بالائے طاق رکھ پھر سے سب نے اکیڈمی کا رخ کیا تھا۔ انٹری ٹیسٹ کی تیاری کے لیے۔

مگر حماس کے ساتھ کچھ اس طرح ہوا کہ ایک رات پہلے اس کی طبیعت شدید خراب ہو گئی۔ شدید ڈپریشن' پڑھ پڑھ کر گلا زخمی ہو گیا تھا۔ آنکھوں میں درد' ٹینشن بڑھ رہی تھی۔ اس دن زینت کی بھی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی۔ ایک دن پہلے کوٹھی والوں کے کپڑے دینے گئی تھیں' شاید لو لگ گئی تھی' سر میں درد' ہلکا بخار' وہ گھر میں کھانا نہیں بنا سکی تھیں۔ حماس کو کہہ کر محلے کے تنور سے دال روٹی منگوالی۔ اب پتا نہیں دال باسی تھی یا موسم کی حدت سے خراب ہو گئی یا پھر کچھ بھی خراب نہیں تھا' حماس کی قسمت خراب تھی۔ کھانا کھانے کے چند گھنٹے کے بعد اس کے پیٹ میں شدید درد ہوا تھا۔ پھر ابکائی کے ساتھ الٹیاں' موشن' شدید چکر آنے لگے۔ زینت نے اپنے سارے پھکی' چورن' قہوے کے ٹوٹکے آزما لیے مگر افاقہ نہ ہوا۔ زینت کو حماس کی فکر تھی۔ حماس کو صبح ہونے والے انٹری ٹیسٹ کی۔ اس کی گھبراہٹ بڑھ رہی تھی۔ سر میں ٹیسیں اٹھنے لگیں' اعصابی دباؤ بڑھ گیا۔ زینت اسے محلے کے ڈاکٹر کے پاس لے گئیں۔ دوا دی۔ ڈرپ لگی' شدت میں کمی آ گئی تھی مگر مکمل افاقہ نہیں ہوا تھا۔ پژمردگی' ماحول کا تاثر' بچوں کا ہجوم' اس پر مزید دباؤ بڑھ گیا تھا۔ صبح نو بجے انہیں سوالنامہ' جوابی کاپی بمع کاربن شیٹ دے کر شروع کرنے کا کہہ دیا گیا۔

سوالنامے سے سوال کا سیریل پڑھ کر جوابی کاپی پر مطلوبہ نمبر کے درست آپشن کا دائرہ بھرنا تھا مگر پیٹ میں اٹھتی درد کی لہروں' سر میں اٹھتے ہلکے چکر کی وجہ سے اس سے تیسرے سوال پر ہی سیکوینس (ترتیب) بگڑ گیا۔ سوالنامے پر اس نے تیسرا سوال پڑھا۔ جوابی کاپی پر چوتھے کی آپشنز بھر دی۔ اور اسی بگڑی ترتیب سے وہ تیزی سے بھرتا چلا گیا۔ ارے ایک اور بات' جو ٹیچرز نے بہت اچھی طرح سمجھائی تھی آخری دن بھی ایک ہی بات۔

"ڈیئر اسٹوڈنٹ' تکے بالکل نہیں لگانے' جواب اگر نہیں آتا اسے چھوڑ دو تو صرف پانچ نمبر کٹیں گے' لیکن اگر آپ نے غلط کر دیا تو پھر چھ نمبر یعنی اوپر والے درست جواب میں سے ایک نمبر کاٹ لیا جائے گا۔"

اور حماس کئی سوال حل کر لینے کے بعد ایک سوال پر چونکا تھا۔

"واٹ۔؟"

سوال نمبر 31' جوابی کاپی کا وہ 32 کی آپشن بھر رہا تھا۔ اس کا دماغ گھوم گیا تھا۔ اس نے تیزی سے اوپر نگاہ دوڑائی۔ ایسے ہی بگڑی ترتیب یعنی کہ وہ بہت بڑی غلطی کر چکا ہے۔ اب اگر وہ مکمل چوکس ہو کر سارے سوال حل کر لے تو شاید وہ میرٹ بنا سکے۔ لیکن دباؤ پر مزید دباؤ۔ حماس جذبات' خواب' مستقبل سب کے دباؤ میں پیپر حل کر رہا تھا مگر اس کا دماغ ماؤف ہوتا جا رہا تھا۔ پورے ساڑھے گیارہ بجے اسٹاپ کہہ کر بچوں کو روک دیا گیا اور وہ اپنے قلم کی نوک دیکھتا رہ گیا۔

وہ امتحانی ہال سے باہر کھڑا تھا۔ جب وہ اسے ڈھونڈتی ڈھانڈتی وہاں تک پہنچی۔ دونوں کے رول نمبرز الگ الگ ہالز میں تھے۔

"حماس... حماس۔" اس نے اس کے سامنے ہاتھ لہرایا۔

"کہاں کھوئے ہو۔" وہ اس کے چہرے کو دیکھے گیا۔

حماس کے چہرے پر ہوائیاں تھیں اور صرف اس کا کیا

حال وہاں سے جو بچہ باہر آ رہا تھا ایسا ہی بدحواس تھا۔ آنکھیں پھٹیں، منہ کھلے۔

"کہاں۔۔۔ پیپر کیسا ہوا؟" وہ پھر سے مخل ہوئی۔

"تمہارا کیسا ہوا؟"

"بس ہو گیا۔ بڑا ٹف تھا یار۔۔۔ میں نے دس سوال چھوڑ دیے۔" اس کے ہونٹوں پر باریک ہنسی رینگی۔

"پیپر تو بہت آسان تھا۔" اس کی آواز کسی کنویں سے آ رہی تھی۔

"لیکن میرا سیکوئنس بگڑ گیا۔"

"واٹ ربش۔۔۔" بسامہ کو شدید جھٹکا لگا تھا۔ "ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔"

حماس حیدر کا سیکوئنس بگڑ گیا۔ تین ماہ سے اکیڈمی یہی تیاری کروا رہی تھی اور جس اسٹوڈنٹ کی روزانہ کلاس میں تعریف ہو، جس کی کامیابی کا سب ٹیچرز کو یقین تھا، وہ کہہ رہا ہے سیکوئنس بگڑ گیا۔

"کیا بکواس ہے حماس۔۔۔" خالی فضا کو گھورتے حماس کی کہنی اس نے بری طرح جھنجھوڑی۔

"تمہیں وہم ہوا ہو گا۔ ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ ڈونٹ وری، شام تک پتا چل جائے گا۔"

"مس بسامہ۔۔۔" وہ اس کی طرف متوجہ ہوا، اپنی روندھی آواز کو بے حد قابو میں رکھ کر بولا۔ "اور مجھے شام سے خوف آ رہا ہے، میں چاہتا ہوں، شام نہ اترے۔"

وہ کہہ کر تیزی سے سیڑھیاں اترتا پارکنگ میں کھڑی اپنی بائیک کی جانب بڑھ گیا تھا۔ وہ اس کے جواب میں گم ہو گئی۔ پھر گہری سانس لے کر اپنی گاڑی کی جانب چلی جہاں آج ڈرائیور کی جگہ اس کے مصروف ترین والدین وقت نکال کر اس کی واپسی کے منتظر بیٹھے تھے۔

☆ ☆ ☆

جگمگاتے سورج کے ڈوبتے ہی گرم شام پورے شہر پر جھک آئی۔ محلے کے نیٹ کیفے پر اپنا رزلٹ دیکھ کر گھر تک کا راستہ اسے پل صراط لگ رہا تھا۔ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اسے دنیا بدر کیا جا رہا ہو۔ ارد گرد رواں ٹریفک تماش بین کی طرح اس کی ناکامی پر قہقہے اچھالتی محسوس ہوئی۔ وہ من من بھاری پاؤں گھسیٹتا گھر میں داخل ہوا، زینت بے حد بے چین پھر رہی تھیں۔ ہاتھ میں تسبیح، لبوں پر ورد۔ اسے دیکھتے ہی اس کی جانب لپکیں۔

"کیا بنا؟" جس وقت وہ ٹیسٹ دے کر گھر میں داخل ہوا تھا تب بھی زینت بے قرار ہی تھیں، صحن میں جائے نماز پر بیٹھیں اسے دیکھتے ہی جائے نماز لپیٹتے اٹھی تھیں اور یہی سوال کیا تھا۔

"کیسا ہوا؟"

اس نے ماں کو دیکھا اور آہستہ سے کہا۔

"بس ہو گیا۔" اور برآمدے میں بچھی بان کی چارپائی پر لیٹ گیا تھا۔ وہ بھاگ کر سکنجبین لے آئیں۔ کیونکہ اس کی طبیعت بھی کل سے ٹھیک نہیں تھی۔ شاید کمزوری ہو رہی ہو اور اب جب رزلٹ کا پوچھا، وہ کچھ دیر انہیں دیکھتا رہا۔ جی چاہا زور زور سے روئے، مگر ہمت کر کے بولا تھا۔

"امی! اسی ہفتے آپ نے بیمار پڑنا تھا، ساری زندگی مجھے اپنے ہاتھ کا پکا کر کھلاتی رہیں، اسی ہفتے تنور کا کھلانا تھا۔"

زینت کی سمجھ میں اس کی بات بالکل نہیں آئی۔ ناک چڑھا کر سوچا۔ "باؤلا ہوا ہے، میں رزلٹ کا پوچھ رہی ہوں، آپ کھانے کی باتیں کر رہا ہے، شاید بھوک لگی ہو۔ دوپہر میں بھی آ کر بھی لیٹ گیا تھا، کتنا کہا کھانا کھا لے مگر نہیں۔"

وہ فوراً بولیں۔ "بتایا تو تھا تجھے، آج میں نے خود بنایا ہے، کھچڑی بنائی ہے پتلی سی۔۔۔ ابھی لاتی ہوں، تو رزلٹ کا تو بتا۔۔۔ نفل مانے ہوئے ہیں۔"

"رزلٹ کا ہی بتا رہا ہوں۔ اس تنور کے کھانے کا رزلٹ۔۔۔ فیل ہو گیا ہے آپ کا بیٹا۔"

"ہیں۔۔۔!! فیل ہو گیا۔"

وہ بچہ جو پہلے دن سے وکٹری اسٹینڈ پر اول رہا ہو۔ جس کے لیے کبھی عام سے نمبروں کا تصور بھی نہ آتا

ہو جس کے لیے دن رات مشین چلا کر سارا خرچا اس کی تعلیم پر لگایا ہو' وہ کہہ رہا ہے فیل ہو گیا ہوں۔ وہ دھپ سے زمین پر بیٹھ گئیں۔ اور برآمدے میں بچھی چارپائی پر چیت لیٹا وہ کچی چھت کی دیمک زدہ لکڑیاں گن رہا تھا۔ اور کھانا ویسے ہی دیگچی میں اپنی ناقدری کا ماتم کرتا رہا۔ انٹری ٹیسٹ کی ناکامی کے بعد اس گھر کے مکینوں کا کم از کم ایک دن کا کھانا ایسے ہی حرام ہو جاتا ہے۔

☼ ☼ ☼

پورا ہفتہ اس کا سستا سا موبائل آف رہا۔ نہ اس نے چارجنگ پر لگایا نہ ہی گھر سے نکلا۔ بسامہ میں بھی ہمت نہ تھی کہ اس سے بات کر سکتی اس کے نمبروں کا پتا چلتے ہی اس کی اپنی ہمت بھی ٹوٹ گئی تھی۔ یہ تو سوچا بھی نہیں تھا کہ اس کا میرٹ بن جائے گا اور حماس رہ جائے گا۔ اور جب ہفتے بعد ایف ایس سی کے رزلٹ کی پوزیشنز کا اعلان کیا گیا تو پھر اسے خود کو روکنا محال ہو گیا تھا۔ وہ اپنی مما کو لے کر اس کے گھر آئی تھی۔

جس ایک مقصد کو لے کر وہ بھاگتا آیا تھا۔ اس منزل کو اس کے رستے سے ہٹا دیا گیا پھر بے مہار بھاگنے کا کیا فائدہ۔ اور بسامہ کی عین توقع کے مطابق وہ بپھرا ہوا ملا تھا۔ جب اس نے اس سے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"تم ریپیٹ کرو گے!" اس کی سیاہ گھنگھور آنکھوں میں گرد باد مچلا۔ ڈاکٹر عندلیب آگے بڑھیں' اسے حوصلہ دیا ہمت بندھائی۔

☼ ☼ ☼

زینت کے غریب خانے پر اداسی کی چادر چھائے مہینے سے اوپر ہو گیا تھا۔ وہ پہلے بھی بلاوجہ گھر سے نہیں نکلتا تھا اب گھر میں ہوتے ہوئے بھی پتا نہیں چلتا تھا کہ کہاں ہے۔ گم صم' چپ چاپ جیسے زندگی کا ہر کام ختم ہو گیا ہو۔ دوبارہ کلاسز شروع ہونے میں پورا ایک سال تھا۔ جن دو تین بچوں کو ٹیوشن پڑھانے جاتا تھا' اب وہ بھی چھوڑ دیں۔ زینت نے بہت سمجھایا مگر بے سود۔

وہ اپنے کمرے میں پلنگ پر بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے باسی اخبار پھیلا ہوا تھا۔ اس کی جمی پتلیاں دیکھ کر لگتا تھا بہت غور سے کچھ پڑھ رہا ہے۔ اس کے ہاتھ میں ایک قلم تھا۔ اس کی نوک "ٹھک ٹھک" اخبار میں چھوٹے چھوٹے سوراخ کر رہی تھی۔ اس کی ٹھک ٹھک میں موبائل کی ٹون مخل ہوئی تھی۔ ناگواریت سے روشن اسکرین کو دیکھا۔

"بسامہ کالنگ۔" اس نے جان بوجھ کر نظر انداز کیا تھا۔ وہ بھی اپنے نام کی ایک ڈھیٹ تھی' مسلسل کال کرتی رہی۔ آخر اس نے کال ریسیو کر لی تھی۔

"کہاں غائب ہو۔۔۔ کر کیا رہے ہو تم آخر؟"

"ایک ناکام انسان کیا کر سکتا ہے' بیکار' ٹوٹل فارغ

"اس طرح کی باتیں کر کے کیوں آنٹی کو تکلیف دیتے ہو' دوسروں کو اذیت دے کر کیا مل رہا ہے تمہیں ہاں۔"

"میں کسی کو اذیت دوں گا؟ کسی کو کچھ کہہ سکوں' حیثیت ہے میری۔"

"پلیز حماس' نکلو اس فیز سے۔ جو ہونا تھا وہ اب ہو چکا ہے' تم ایک سمجھ دار پریکٹیکل اسٹوڈنٹ ہو' تسلیم کرو اس حقیقت کو۔"

"جس بچے کو کبھی کتابوں سے سر اٹھانے کی فرصت نہ ملی ہو' کالج' اکیڈمی' ٹیوشنز' ٹیسٹ' سب ختم ہو گیا میری زندگی سے' اب کیا کروں' دیواروں سے سر پھوڑوں' فارغ نہ بیٹھوں تو اور کیا کروں' پاگل خانے میں جا کر بیٹھ جاؤں۔"

"تمہیں ریپیٹ کا مشورہ دیا تھا۔"

"ہاں بہت آسان ہے ناں ریپیٹ کرنا۔۔۔ میری ماں نے جس طرح پچاس ہزار فیس دی تھی وہ میں ہی جانتا ہوں' لمحے میں بہہ گئی اور اب پھر سے جوا۔"

"ضروری تو نہیں انسان ہر بار جوا ہار جائے' پلیز ٹرائی۔۔۔ اور ہاں وہ جو تم ٹیوشنز دیتے تھے' آنٹی بتا رہی ہیں تم وہاں بھی نہیں جا رہے ہو۔ کیوں؟"

"امی نے بتایا۔"

Scanned with CamScanner

اس کے استفسار پر بسامہ نے لمحہ بھر کے لیے اپنی زبان دانتوں میں دبالی۔ کیوں کہ زینت نے اپنی اس سے گفتگو راز میں رکھنے کو کہا تھا۔ وہ اس کی طرف سے بے حد پریشان تھیں۔ جہاں بیٹھا وہیں بیٹھا ہے' کھانا کھایا کھایا نہیں کھایا تو ایسے ہی دن گزار دیا۔ کوئی اخبار رسالہ اٹھالیتا تو اس پر دائرے بنا تا رہتا یا بلاوجہ ٹکڑے کرکے بکھر دیتا۔ اگر کچھ کہہ دیتیں تو کاٹ کھانے کو دوڑتا تھا۔ وہ بھی سن کر فکر مند ہوتی تھی اور انہیں تسلی دیتے کہا۔

"آنٹی آپ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں' اس کا ذہن اپنی ناکامی قبول نہیں کر رہا کچھ ٹائم لگے گا اسے ٹھیک ہونے میں۔"

"ہاں بچے تو لگائے ٹائم' مگر یوں پاگلوں والی حرکتیں کرکے مجھے اور خود کو اذیت تو نہ دے' ناں۔"

پھر انہوں نے چند دن پہلے کا قصہ اسے سنایا تھا کہ محلے کی چند عورتیں آئی تھیں۔ حماس کو بلایا کہ جا کر کوئی بوتل' جوس لے آئے مگر نہیں' اندر بیٹھا کانوں میں ٹوٹنیاں (ہینڈ فری) لگائی گانے سنتا رہا' تم یقین کرو ہر وقت انہیں کانوں میں اڑسے بیٹھا رہتا ہے' مجھے بہت غصہ آیا۔ ان عورتوں کے جانے کے بعد میں اندر گئی تو سوتا بن گیا' میں نے اس کے کانوں سے وہ نکال کر اپنے لگائیں' دیکھوں کیا سنتا ہے ہر وقت' ایمان سے بسامہ بچے! میرا دل دھک سے رہ گیا' وہ تو بالکل چپ تھیں' اس کا موبائل چیک کیا۔ اس میں نام کی چارجنگ نہیں تھی' پھر مجھے یاد آیا' اس نے تو کئی دن سے موبائل چارج ہی نہیں کیا' لو بتاؤ' سارا دن وہ اڑسے رکھے گا' کیا بہرہ بننے کی کوشش کر رہا ہے۔ کیوں کر رہا ہے وہ پاگلوں والی حرکتیں' ایسا بھی کیا ہو گیا' اور بھی تو بہت سے بچے رہ گئے مگر یہ۔" اس کے دل کو خاصا دھچکا سا لگا تھا پھر سنبھل کر بولی۔

"آنٹی آپ پریشان مت ہوں' باقی بچے بھی ایسا ہی بی ہیو کرتے ہیں' خیر میں سمجھاؤں گی اسے۔"

"ہاں ہاں بچے ضرور سمجھانا' اسی لیے فون چارج کرتے ہی میں نے سب سے پہلے تم سے بات کی ہے' مگر میرا نام نہ لینا کہ میں نے کہا تھا' کہیں سوچے' ماں نے شکایت لگائی ہے' لڑے گا۔"

"نہیں نہیں آپ بے فکر رہیں۔۔۔" اور اب اس کے منہ سے ان ہی کا نام پھسلا تو قدرے شرمساری ہوئی اور دوسری جانب وہ بھی سوچ رہا تھا میں نے تو موبائل چارج کیا ہی نہیں' تو پھر یہ امی نے ہی کیا ہو گا' تب ہی تو آج کال آگئی۔" اس نے سوچتے ہوئے اک شکوہ کناں نگاہ امی کے کمرے کے کھلے دروازے پر ڈالی۔

"میری ماں بھی بس۔۔۔" بسامہ نے جھوٹ نہیں بولا بلکہ سمجھ داری سے کام لیا۔

"ہاں آنٹی نے۔۔۔ جب ایک بیوہ ماں کا اکلوتا بیٹا الٹی سیدھی حرکتیں کرے گا' وہ پریشان تو ہوگی نہ' کسی کو تو مدد کے لیے پکارے گی۔ اور ٹیوشنز چھوڑ دینے سے جو دوسرے مسئلے ہو رہے ہوں گے ان کا سوچو' تمہیں جانا چاہیے۔"

"نہیں ہوتا مجھ سے' جس سے ملتا ہوں پہلا سوال' اوہو' یہ کیسے ہو گیا؟ کیسے غلطی ہو گئی' کیا تیاری نہیں کی تھی' اب کیا کرو گے' کیا سال ضائع کرو گے۔؟ میڈیکل تو جان جوکھوں کا کام ہے۔۔۔ میں تنگ آگیا ہوں بسامہ جواب دیتے دیتے' ہر شخص دس دس بار اظہار افسوس کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔"

"میری بات سنو حماس' دوسرے کی شخصیت کو منہ میں رکھ کر چیونگم بنانا ہم لوگوں کا من پسند مشغلہ ہے' اب یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم میٹھی چیونگم بنے ان کے منہ میں پڑے رہیں یا پھر تلخ ہو جائیں کہ وہ اگلنے پر مجبور ہو جائیں' مجھے حیرت ہے' حماس حیدر جیسا کانفیڈنٹ اسٹوڈنٹ لوگوں سے کترا رہا ہے' ان لوگوں سے جنہیں ایم سی اے ٹی کا پتا تک نہیں' جنہیں یہ نہیں پتا اس میں ٹاپکس کیا ہیں' تم ان کے سوالوں سے گھبرا رہے ہو۔"

"بسامہ ڈیئر! جب ایک کامیاب انسان بری طرح ناکامی دیکھے تو سارا کانفیڈنس پانی میں بہہ جاتا ہے۔"

"غلط' بالکل غلط۔۔۔"

ایڈیسن نے بلب بنانے کے سوناکام تجربے کر کے یہ نہیں کہا تھا اب لوگوں کو کیا جواب دوں کیوں نہیں بن رہا اس نے یہ جم کر کہا تھا کہ یہ وہ سو طریقے ہیں جن سے کم از کم بلب نہیں بن سکتے' آخر کسی تجربے سے بلب بنالیا ناں' روشنی ہو گئی۔"

"اچھا تو تم یہ کہہ رہی ہو' میں سو بار انٹری ٹیسٹ دوں اور بوڑھا ہو جاؤں۔"

"خدا کے واسطے حماس! یہ بات ذہن سے نکال دو' اس بار تمہارے ساتھ بیڈ لک ہو گئی' مگر تم کامیاب ہو جاؤ گے' ترائی اگین پلیز۔"

"او کے۔" اس نے ہتھیار ڈال دیے۔ "تم نے یہی سب کہنے کے لیے فون کیا تھا۔"

"جی نہیں۔" وہ چڑ کر بولی۔

"مجھے کوئی شوق نہیں ہے کسی کو نصیحتیں کرنے کا' سب کو اللہ نے عقل دے رکھی ہے۔"

"اچھا۔" اس کے لہجے میں استہزا تھا۔

"اب میں کسی ہو گیا ہوں۔"

"ہاں بالکل۔" وہ ڈھٹائی سے بولی۔ "جب اپنی بیسٹ فرینڈ کو کامیابی پر گفٹ نہیں دو گے تو کسی ہی ہوئے ناں۔"

"گفٹ چاہیے؟"

"ہاں ناں۔ میں نے فون ہی تمہیں یاد دلانے کے لیے کیا تھا' تم نے کچھ دینے کا کہا تھا مجھے۔"

"کیا؟" اس کے ذہن سے بالکل نکل گیا تھا۔ آج سے ٹھیک دو ماہ۔ انٹری ٹیسٹ سے پہلے اکیڈمی میں آخری دن اس نے بسامہ سے کہا تھا۔

"یار تم اوور آل نہیں خریدنا' میں تمہیں گفٹ کروں گا' اپنا اور تمہارا ایک ہی شاپ سے لاؤں گا۔" اس نے بے نیازی سے کندھے اچکائے تھے۔

"شیور۔ میں انتظار کروں گی۔"

"اب کیا۔" کہتے ہی فوراً اس کے ذہن میں آ گیا تھا۔ "ہاں ہاں۔ مجھے یاد ہے۔"

"پھر دو گے یا میں لے لوں۔"

"اب میں اتنا بھی کم ظرف نہیں کہ نہ دوں۔"

"ہاں تو پھر اعلیٰ ظرف صاحب ایک مت دینا' اب میں ہاسٹل میں روز روز تو دھونے سے رہی۔"

"ہاسٹل۔" وہ چونکا۔ "کیوں لسٹ میں کہاں کا نام آیا ہے تمہارا؟"

"پی ایم سی فیصل آباد۔"

"چلو فیصل آباد ہی سہی مگر میرٹ تو بن گیا ناں۔"

اس کی آواز میں چھپا درد وہ جان گئی تھی۔ مگر کر کیا سکتی تھی۔ حماس کے اتنے وسائل بھی تو نہیں تھے کہ اسے پرائیویٹ میڈیکل کرنے کا مشورہ دیا جا سکے۔

☼ ☼ ☼

آج اتوار تھا۔ ٹیوشنز سے فارغ ہو' اپنی کتابیں صاف کیں' الماری میں دوبارہ ترتیب سے لگائیں تو نوٹس نکالے۔ انہیں لے کر اپنے چھوٹے سے صحن میں آ بیٹھا۔ امی اپنے کمرے کے دروازے میں بیٹھی سلائی مشین سے الجھی ہوئی تھیں۔ ایک کوٹھی کی شادی کے کپڑے آئے ہوئے تھے اور مشین میں کہیں دھاگا پھنس گیا تھا۔ نکلنے کا نام نہ لیتا تھا۔ انہوں نے اوپر نیچے کئی بار دیکھا۔

"پتا نہیں کہاں پھنس گیا' نکلنے کا نام ہی نہیں لے رہا۔" وہ غصے سے الجھ گئیں۔ حماس اپنی کتاب بند کر کے اٹھ کر آ گیا۔

"کیا ہوا۔؟"

"دھاگا کہیں پھنس گیا۔ نظر نہیں آ رہا۔ آج دو فراکیں لازمی سینی تھیں' اوپر سے یہ کم بخت۔"

"ہٹیں میں دیکھتا ہوں۔" وہ ذرا سا پرے کھسکیں۔ وہ ساتھ بیٹھ گیا۔ اس نے پہلے مشین کو تیل دیا پھر بے کار کپڑے سے اس کی صفائی کی اور سٹل لگانے والی جگہ کے پیچ کھولے۔ اندر لیور میں انتہائی چھوٹا سا دھاگا الجھا تھا' جس نے سٹل کو جام کر رکھا تھا۔ اس نے مشین کی صفائی کے لیے رکھا ٹوتھ برش لیور میں پھیرا' دھاگا اس میں لپٹ کر باہر آ گیا۔

"ہو گئی یہ میڈم ٹھیک۔" اس نے سب چیزیں سیٹ کر کے پہیہ گھما کر دیکھا اور ہاتھ جھاڑتے اٹھ

Scanned with CamScanner

با۔ زینت بہت خوش ہوئی تھیں۔ بہت دنوں بعد نے کسی کام میں دلچسپی لی تھی۔ وہ پھر صحن میں بیٹھ یا کتابیں کھولیں۔ "ٹھک" کرکے ایک رنگین فٹ بیرونی دیوار پھلانگ کر قریب آگری اور تھوڑی دیر محلے کے بچوں کا شور' وہ دروازہ پیٹ رہے تھے۔ نے اٹھ کر فٹ بال پاؤں سے ایک جانب لڑھکائی' وازہ کھول کر مصنوعی کرختی سے ڈپٹا۔

"کیا مسئلہ ہے' کیوں دروازہ توڑ رہے ہو۔" محلے کے چھوٹے بڑے کئی بچے "تقریباً" اکٹھے لے تھے۔ "ہماری فٹ بال اندر آئی ہے۔"

"دروازہ تو بند تھا۔۔۔ اندر کیسے آگئی۔" اس کا آج راق کرنے کا موڈ تھا۔

"نہیں اوپر سے اڑ کر آئی ہے۔" نیاز محمد کے بیٹے نے ہانک لگائی۔

"کیوں۔۔۔ فٹ بال کے پر لگے ہوئے تھے۔" بہت دن بعد وہ شرارتی موڈ میں آیا۔

"نہیں بھائی اچھل کر۔۔۔" اب دوسرا بولا۔

"تو نہ اچھالتے۔۔۔ اندر نہیں آئی' چلو بھاگو یہاں سے۔۔۔" بچے ضد کرتے اندر گھسنے کی کوشش میں تھے۔ دائیں بائیں کہیں سے جگہ بنے مگر وہ لمبا چوڑا دونوں پٹ پکڑے دروازے پر جما کھڑا محظوظ ہو رہا تھا۔ اندر سے زینت کی آوازیں آ رہی تھیں۔

"کیا ہو گیا حماس' دے دے' کیوں تنگ کر رہا ہے۔" اس نے جان بوجھ کر امی کی آواز نہیں سنی بس بچوں کو تنگ کرنے میں مزا آ رہا تھا۔

"میں نے کہا نا نہیں آئی' بھاگو۔۔۔ جب آئے گی دے دوں گا۔۔۔ ہو سکتا ہے اوپر ہوا میں پرندے کھیل رہے ہوں۔"

"آپ سیدھی طرح دیتے ہیں یا نہیں۔"

"نہیں۔۔۔ کیا کرو گے؟"

"جس طرح اب کے فیل ہوئے ہیں ناں' اللہ کرے دوبارہ بھی ہو جائیں' کبھی بھی ڈاکٹر نہ بنیں' پھر ہماری فٹ بال سے ہی کھیلنا۔"

اس نے شعلہ بار نگاہ سے اس آٹھ سالہ بچے کو دیکھا۔ اس کا دل کر رہا تھا نیاز محمد کے اس لڑکے کا آج قصہ ہی پاک کر دے۔ اس نے اتنی زور سے ان بچوں کے منہ پر دروازہ بند کیا کہ کچھ دیر تک کنڈی ہلتی رہی تھی۔ پھر اس کی نگاہ فٹ بال پر گئی۔ انتہائی زور سے دیوار پر کک لگائی۔ وہ پلٹ کر واپس آئی پھر ماری پھر تو وہ کسی مجنوں کی طرح اٹھا اٹھا کر اسے دیوار' کبھی فرش پر مار رہا تھا۔ یہاں تک کہ فٹ بال کا ٹانکا ادھڑا' ہوا نکلنے لگی۔ فٹ بال بہت حد تک پچکنے کی وجہ سے تیزی سے نہیں پلٹ رہی تھی بلکہ وہ خود تیز تیز اس کی جانب بڑھ کر کک لگاتا' بالکل ایسے جیسے کسی تڑپتے ہوئے کو اپنا' بوٹوں کی ٹھوکروں سے مار دینا چاہتا ہو۔ زینت کپڑے' مشین چھوڑ کر اٹھیں' صحن میں کھڑی اسے تاسف سے دیکھے جا رہی تھیں۔

"اسے پھر بھوت چڑھ گیا۔" "دفعتاً" دروازہ بجا۔ زینت نے کھولا۔ بچے تو اتنی دیر میں فٹ بال پر فاتحہ پڑھ کر جا چکے تھے۔

بسامہ پھول اور کیک لے کر آئی تھی۔ آج حماس کی سالگرہ تھی۔ زینت کو تو کاموں سے فرصت نہیں تھی' کیا کیا یاد رکھتی۔ اور وہ خود جان کر بھولا ہوا تھا۔ البتہ بسامہ کو یاد تھی بالکل' اسی طرح جس طرح حماس کو چند مہینے پہلے اس کی یاد تھی' اسے آئس کریم کھلاتے ہوئے پین گفٹ کیا تھا۔

"لو پین تو میرے پاس پہلے ہی موجود ہیں' پھول گفٹ کرتے۔۔۔"

اس نے اس کے سر پر چپت لگائی۔

"اس سے پیپر کرنا۔۔۔ بابا جی نے پھونک ماری ہے۔" اس نے بابا جی کہتے ہوئے گردن اٹھا کر اپنی جانب اشارہ کیا تھا۔

"کامیاب ہو کر خود ہی پھول بن جاؤ گی بچہ۔۔۔" وہ بالکل کسی پیر کی طرح جھومتا ہوا بولا تھا۔ وہ زور سے ہنس دی اور آج اس کے ہاتھ میں پھول تھے۔ وہ دھیرے دھیرے آگے بڑھی۔ اسے فٹ بال سے الجھتا دیکھ کر تحیر سے پہلے اسے پھر زینت کو دیکھا تھا۔ جو رو دینے کو تھیں۔ انہیں کچھ بتانا نہیں پڑا' وہ خود ہی سمجھ

Scanned with CamScanner

گئی۔ کیک اور پھول ٹیبل پر رکھے پھر اسے پکارا۔
"حماس۔۔۔"
اس نے پلٹ کر دیکھا تھا۔ امی کے پہلو میں وہ ہاتھ لپیٹے اطمینان سے کھڑی تھی۔ اسے اپنے جنون میں نہ دروازے کی دستک سنائی دی تھی نہ کسی کے اندر آنے کی آہٹ۔ حماس کا چہرہ بے حد سرخ تھا اور آنکھیں سرد جیسی برف جیسی۔ اس نے پیر کی ٹھوکر سے پھسپھسی فٹ بال پرے لڑھکائی۔ خود کو نارمل کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ تن من بری طرح جل رہا تھا۔ وہ قدم قدم اس کی طرف چلی آئی۔ نگاہیں اس کے چہرے پر ہی گاڑ رکھی تھیں حماس نے نگاہیں پھیر لیں۔
"نگاہیں پھیر لینے یا بے جان چیزوں کو توڑنے پھوڑنے سے حقیقت نہیں بدلتی حقیقت کو تسلیم کر کے آگے بڑھنا سیکھو حماس۔" وہ یک لخت پھٹ پڑا۔
"کہاں آگے بڑھوں' بند گلی میں پٹخ دیا گیا ہوں میں' ایک سال' پورا ایک سال ہے۔۔۔ اور پھر کیا گارنٹی ہے کہ دوبارہ بیڈ لک نہیں ہوگی' کوئی ان ہونی نہیں ہوگی میرے ساتھ' لوگوں کو میرا مذاق مل گیا ہے۔"
"تمہیں لوگوں کے مذاق کی پروا کب سے ہونے لگی۔ تم اپنے خوابوں کو دیکھو۔" وہ بنا پلکیں جھپکے بولی تھی۔
اس کا لہجہ بے حد تلخ ہو گیا' چلا کر بولا۔ "میرے خواب گئے بھاڑ میں' میں تو اپنے مرے ہوئے باپ کی خواہش بھی پوری کرنے میں ناکام رہ گیا ہوں' بے حد محنت کرنے کے بعد ٹوٹل ناکام۔" غصے میں اس کی آواز کانپنے لگی تھی۔ اتنے دن سے اندر پکتا لاوا آج پھٹا تھا۔ سرد آنکھیں پگھل رہی تھیں' ان میں سے دھواں اٹھنے لگا۔ وہ ذرا سا گردن کے خم سے اسے دیکھے جا رہی تھی۔
"تم جانتی ہو موت کیا ہے' میں جانتا ہوں یہ کس بے سروسامانی کا نام ہے' میں نے نو سال کی عمر میں اپنے باپ کو مرتے دیکھا تھا۔" دائیں ہاتھ کی دو انگلیاں اپنی آنکھوں کے قریب لے جا کر دوبارہ کہا۔ "اپنی آنکھوں کے سامنے' وجہ یہ نہیں تھی کہ ہسپتال ڈاکٹر غائب تھا۔ بلکہ وجہ یہ تھی اس سرکاری اسپتال میں ڈاکٹر لیاقت ہی نہیں تھا' ایمرجنسی میں دوسرے اسپتال سے ڈاکٹر پہنچا' میرے باپ کی سانسیں اکھڑ رہی تھیں' میری ماں زارو زار رو رہی تھی۔۔۔ اور پتا ہے کیا ہوا۔" آنکھوں کے دھوئیں نے بھاپ کا روپ دھارا' بھاپ نیچے گر کر چہرہ بھگونے لگی تھی۔
"ڈاکٹر میرے باپ تک پہنچا تو بجلی چلی گئی۔ دل ہاتھوں سے پمپ نہیں ہو سکتا تھا' انہیں الیکٹرک شاک کی ضرورت تھی۔ اگر وہاں پہلے سے ڈاکٹر موجود ہوتا تو۔۔۔"
آنکھوں کی نمی میں ہر چیز بہہ گئی تھی۔ اس نمی میں ایک معصوم کی تحلیل ہو گئی۔ وہاں صرف نو سالہ حماس اور اس کے پاس بے بس کھڑی روتی ہوئی ماں تھی۔ جو آسمان کی طرف منہ کیے دعا مانگ رہی تھی۔
"یا اللہ بجلی جلدی آجائے' میرے مالک رحم کر بجلی آجائے۔۔۔" نو سالہ حماس کو بے حد حیرت ہوئی پہلے کہہ رہی تھی ڈاکٹر آجائے' اب کہہ رہی ہے بجلی آجائے' کیا ڈاکٹر بجلی سے چلے گا' بلب کی طرح' اس نے معصومیت بھرے لہجے میں ماں سے یہی پوچھا تھا۔ زینت نے بھی وہی بتایا جو کچھ دیر پہلے نرس کہہ گئی تھی۔
"تیرے باپ کو بجلی کا جھٹکا دینا ہے' پھر سانس چل پڑے گی۔" بچے کو اپنی ماں کی سستی پر بے حد افسوس ہوا تھا۔ اس نے خفگی اور بھولپن میں ماں کو دیکھا۔
"اگر ابو نے جھٹکے سے ہی ٹھیک ہونا تھا' تو ڈاکٹر کا انتظار کیوں کیا امی' ابو کی انگلیاں پلگ میں دے دیتیں' پہلے تو بجلی تھی ناں۔۔۔" اس کی معصومیت پر زینت کے یاسیت چھائے چہرے پر ہنسی کی لہر گزری پھر اسے پیار کرتے خود میں بھینچ لیا۔
"جب تو بڑا ہو کر ڈاکٹر بنے گا نا تو تجھے خود پتا چل جائے گا۔ تیرے باپ کی خواہش ہے تجھے ڈاکٹر بنانے کی' بنے گا ناں۔" اس نے اثبات میں زور زور سے سر ہلایا۔ ماں نے ماتھا چوما۔ پھر ان کی ممتا کا لمس ترحم میں بدلتا گیا اور پھر یہی رحم سب نے اسے لپٹا لپٹا کر کھایا

Scanned with CamScanner

تھا۔ پہلے تو وہ سمجھا مستقبل کا ڈاکٹر سمجھ کر خصوصی پروٹوکول دیا جا رہا ہے جیسے اس دن ڈاکٹر کے آنے پر سب جمع ہو گئے تھے۔ لیکن یہ عقدہ تب کھلا جب باپ کے قلوں پر اس کے چھوٹے سے سر پر سربراہی کی دستار باندھی گئی اور زینت کے پاس لا کھڑا کیا گیا۔

"میں ابو بن گیا تھا۔۔۔ امی کا سربراہ، ان کی ضرورتوں کا رکھوالا، خواب و خواہش کا محافظ۔" اس کی آنکھوں سے بہت سا پانی چھلکا لحہ موجود میں آ کر روندھی آواز کو گھونٹ میں نگلا۔

"تمہیں پتا ہے بسامہ، جب کوئی کم عمر بچہ یتیم ہوتا ہے تو اس پر کیا قیامت ٹوٹتی ہے، کچھ بھی سمجھ میں نہ آنے کے باوجود لوگوں کا غیر معمولی پیار اور ترس اسے غیر محفوظ کر دیتے ہیں، وہ خود میں اپنا سائبان ڈھونڈتا ہے، ایک ان دیکھی زرہ تان لیتا ہے، تب میرے اندر بھی اک زرہ بندھی تھی، مجھے ڈاکٹر بننا ہے کیونکہ ڈاکٹر کے لگائے جھٹکے سے سانس چل پڑتی ہے، خود انگلیاں سوئچ میں دے دینے سے تو سامنے والوں کا بچہ مر گیا تھا۔ کیا اب بھی میری خواہش ڈیزرونگ نہیں، اتنی محنت، کوشش، لگن کے باوجود میں صرف ایک ناقص طریقہ کار کی وجہ سے رہ گیا۔۔۔ کیا انٹری ٹیسٹ کی سہولی نہیں ہونی چاہیے۔"

"ریلیکس ۔۔۔ ریلیکس ۔۔۔" وہ قدرے آگے بڑھی۔ اس کے بازو کو نرمی سے تھپکا۔

"تم اپنی اور آنٹی کی خوشی کی وجہ سے کچھ بننا چاہتے ہو، لیکن یہ جو کچھ تم کر رہے ہو، روز غصہ، جلنا کڑھنا، اس سے انہیں کوئی خوشی حاصل نہیں ہو رہی بلکہ زخم ادھڑ رہے ہیں، ذرا ٹھنڈے ہو کر ایک بار پھر کوشش کرو، کامیاب ہو جاؤ گے، کوئی کام ناممکن نہیں ہے۔"

اس نے گردن جھٹک کر کلائی سے اپنا بھیگا چہرہ پونچھا اور آگے بڑھا۔ ٹیبل پر کیک اور پھول دیکھ کر رک گیا۔

"یہ کیا ہے، کیوں لائی ہو؟"

"ویسے ہی۔۔۔" وہ لاپروائی سے بولی۔ "گاڑی اسٹال کے پاس سے گزری تو لے لیے۔" دونوں کی نظریں ملیں، کسی حد تک وہ اندر سے خوش ہوا تھا کہ اسے میری سالگرہ یاد ہے مگر بظاہر بے اعتنائی دکھائی۔

"یوں کہو کہ تم کل ہاسٹل جا رہی ہو، خوشی میں لائی ہو۔" اس کے لہجے کی مصنوعی کاٹ پر وہ اسی انداز میں بولی۔

"ہاں بالکل۔۔۔ میں کل ہاسٹل جا رہی ہوں، کل میرا پہلا دن ہو گا میڈیکل کالج میں، اسی لیے تو تمہیں چڑانے کے لیے لائی ہوں ورنہ میرے پاس کوئی فالتو وقت نہیں ہے کسی ایرے غیرے کو وش کرنے کا۔"

اس کے نروٹھے لہجے پر اس نے بھرپور قہقہہ لگایا تھا۔ وہ صرف گہری نگاہ سے اسے دیکھتی اور مسکراتی رہی اور زینت بے حد شکر کرتی اندر سے جلدی جلدی پلیٹیں اور چھری لے آئیں۔ اب وہ بھی سمجھ گئی تھیں کہ اسے پیار سے بہلانا ہے۔ اگر وہ کبھی پریشان ہوتا تو وہ فوراً" کسی نہ کسی طرح اسے سمجھاتی تھیں۔ وہ مشین کی مثال ہی ان کے لیے کافی تھی۔

"دیکھ حماس، مشین میں دھاگا پھنس گیا تھا، میں غصے میں ادھر ادھر ہاتھ مارتی رہی، نہیں نکلا، تو نے آ کر تیل دیا، صفائی کی پھر پیچ کھول کر آرام سے نکالا، فوراً" نکل گیا۔ رکی مشین چل پڑی۔ جب ایک مشین چل سکتی ہے تو اللہ کا بنایا دماغ تو بھاگے گا، ناں۔۔۔ اگر تو نرمی سے اسے تیل دے، صفائی کر، ہر الجھن نکل جائے گی۔" بہت حد تک اس کی سمجھ میں امی اور بسامہ کی باتیں آنے لگی تھیں۔ اب اس نے لوگوں کی باتوں پہ دھیان دینا چھوڑ دیا تھا۔

اپنے آپ کو مصروف کر لیا۔ صبح اٹھ کر نماز پڑھی قرآن پاک کھولا۔ اس نے عرصے بعد قرآن کھولا تھا۔ تعلیمی مصروفیت کی وجہ سے وقت ہی کب ملتا تھا۔ جب وہ آٹھ سال کا تھا تب ابو اسے مسجد کے مولوی کے پاس شام کو لے جاتے۔

"مولوی صاحب، آپ اسے حفظ کروائیں۔"

"بھئی حفظ شام میں نہیں صبح میں ہوتا ہے، روزانہ فجر کے بعد لایا کرو۔"

وہ اسے پابندی کے ساتھ اپنے ساتھ لے جاتے،

چھوڑ کر دوبارہ آٹھ بجے لینے آتے تھے۔ وہ سورتوں والا سپارہ (تیسواں) یاد کر رہا تھا۔ پورے سال بعد اسے ایک سپارہ یاد ہوا تھا مگر ابو نہیں رہے 'کچھ لانے لے جانے کا مسئلہ بنا۔ پھر اسکول کا بھی کام رہ جاتا تھا۔ کسی دن مسجد جاتا کسی دن چھٹی۔ بھی شام کو جا کر سنا آتا' کبھی کسی پڑوسی کے ساتھ۔ دو تین سالوں میں دو سپارے ہوئے۔ اسکول کا کام بڑھتا گیا' سپارہ یاد نہ کرنے پر مولوی صاحب کی مار۔۔۔ اس نے پھر سپارہ چھوڑ دیا۔

"گرمیوں کی چھٹیوں میں کروں گا۔"

چھٹیوں کی الگ مصروفیت 'یکسوئی نہیں تھی' ناظرہ تو ہو گیا تھا' مگر حفظ نہیں۔ اب جب دل سے قرآن پاک کھولا تو اک جھماکا سا ہوا تھا۔ حفاظ کو بیس اضافی نمبر دیے جاتے ہیں' بیس نمبر کم نہیں تھے۔ پورا ایک پرسنٹ ایگریگیٹ بڑھتا ہے۔ ایگریگیٹ کا مطلب ہے امیدوار کے میٹرک کے حاصل کردہ نمبروں کا دس فیصد 'ایف ایس سی کے حاصل کردہ کا چالیس فیصد اور انٹری ٹیسٹ کے نمبروں کا پچاس فیصد کا مجموعہ مل کر جو پرسنٹ ایج بنائے اسے میڈیکل کے میرٹ کا ایگریگیٹ کہا جاتا ہے اور U.H.S (یونی ورسٹی آف ہیلتھ اینڈ سائنسز) جس طرح سخت اور مشکل طریقہ کار سے انٹری ٹیسٹ لیتا ہے بالکل اسی طرح حفاظ کا سخت ترین ٹیسٹ لے کر ایف ایس سی کے نمبروں میں بیس اضافی نمبر بڑھا دیے جاتے ہیں۔ حماس کے دماغ میں فوراً "کلک ہوا۔

"میرے پاس پورا ایک سال ہے 'کیوں نہ میں اپنا ادھورا چھوڑا قرآن حفظ کرلوں' اللہ کا کلام ادھورا چھوڑا اسی لیے سزا ملی ہے' پورے بیس نمبر بھی ثواب کا ثواب 'اللہ بھی خوش ہیں گی۔

✲ ✲ ✲

اس نے مسجد کے مولانا سے بات کی تھی۔
علی الصبح اٹھ کر یاد کرتا' فجر کی نماز کے بعد مولانا کو سنا آتا۔ اک لگن تھی' جنون تھا اور پھر اب فراغت بھی تھی۔ اسے تیزی سے یاد ہونے لگا۔ دن میں اپنی کتابیں' نوٹس دہراتا۔ شام کو ٹیوشنز بھی شروع کر دیں اور ساری رات اس کی اپنی تھی۔ ذہانت اللہ کی دین تھی۔ وقت کا بہترین مصرف ہو تو پتا بھی نہیں چلتا۔ بسامہ سے کبھی کبھار فون پر بات ہو جاتی کیونکہ وہ بھی وہاں بزی ہو گئی تھی۔ ویسا ہی جنون پھر سے شروع ہو گیا۔ وہی جھلساتی گرمی' سخت رمضان اور مشکل ترین ٹیسٹ کی تیاری۔ اکیڈمیز کا بزنس عروج پر تھا۔

بسامہ کو یہ سن کر حیرت ہوئی کہ وہ اب خود ہی تیاری کر رہا ہے۔

"کیوں' تم نے اکیڈمی ابھی تک جوائن کیوں نہیں کی۔"

"ہاں ابھی نہیں کی' سارا طریقہ کار مجھے پتا ہے' نوٹس اور سلیبس ہیں' میں گھر پر تیاری کر رہا ہوں' ضرورانہیں پچاس' ساٹھ ہزار دینے ہیں۔"

"تم اپنی الٹی شنسی رہنے دو 'اکیڈمی جوائن کرو' ان کے پاس نئی معلومات آتی رہتی ہیں' طریقہ کار بدلنے کا پتا چلتا رہتا ہے۔"

"ظاہر ہے' ان ہی کے بزنس کے لیے ٹیسٹ رکھا ہے' اور اس نئی معلومات کے لیے میں اپنی ماں کی حق حلال کی کمائی روڑھ (بہا) دوں۔۔۔"

"فضول نہیں بولو۔۔۔ اگر پیسوں کا پرابلم ہے تو میں پاپا سے ابھی بات کرتی ہوں' ہاں۔۔۔"

"جی نہیں' ابھی اتنا برا وقت نہیں آیا مجھ پر۔۔۔ کرلوں گا جوائن' ایک بار پھر جو اسی۔"

"حماس کچھ پانے کے لیے ہمیں کچھ تو لگانا پڑے گا۔"

اس نے اپنے اسکالرشپس اور ٹیوشنز جمع کر کے اس ڈی کی فیس جمع کروائی تھی۔ اب کی بار زینت سے کچھ بھی نہیں مانگا تھا۔ اسے پتا تھا کہ چند مہینے بعد ایڈمیشن کے لیے بھی اسی خاصی رقم چاہیے ہوگی تب دیکھا جائے گا۔ قرآن پاک اس کا مکمل ہو گیا تھا' اب وقت نکال کر دہرائی کر رہا تھا۔ ایک سال میں قرآن پاک حفظ کر لینا معمولی بات نہیں ہے اور صرف حفظ نہیں' حرف بحرف' اعراب کے ساتھ سورتوں کی

Scanned with CamScanner

ترتیب' منزلیں' سجدے' رکوع' پوری ترتیل کے ساتھ ایک منجھے حافظ کی طرح بس بٹن دباؤ اور وہ بتا دے۔ جس کے دماغ میں یہ سب صرف ایک سال کے عرصے میں سما جائے وہ کوئی عام دماغ تو نہیں ہو سکتا۔ وہ یقیناً دنیا کا طاقتور' کامیاب دماغ تھا۔ اس کے آگے انٹری ٹیسٹ کیا معانی رکھتا تھا۔

اس بار تو اس نے مہینے پہلے ہی باہر کی ہر چیز خود پر حرام کر لی تھی۔ جیسے مردہ جانور' یہاں تک کہ زینت نے پھیری والے سے خربوزے لیے۔ کاٹ کر اس کے آگے رکھے۔ اس نے حیرت سے دیکھتے ہی بھنویں سمیٹ لیں۔

''امی میں نہیں یہ کھا رہا۔''

''کیوں... کھالے بہت میٹھے ہیں۔'' انہوں نے ایک قاش کھا کر چھلکا واپس پلیٹ میں رکھا۔

''چاہے یہ کھا کر مجھے ہیضہ ہو جائے۔''

''پاگل ہو گیا ہے' کیسی باتیں کر رہا ہے۔'' ان کے ہاتھ والی قاش ہاتھ میں ہی رہ گئی۔

''امی بس ٹیسٹ کے بعد ہی ایسی رسکی چیزیں کھاؤں گا۔''

تربوز تو اس نے کہہ رکھا تھا۔ گھر میں بھی نہ آئے' ہر طرح کی احتیاط۔ ٹیسٹ والے دن بسامہ نے بہت دیر اس سے بات کی اور بار بار ایک ہی جملہ...

''دائرہ بھرنے سے پہلے' دونوں کا پیپر سیریل چیک کر لینا... کنفیوژ ہونے کی ضرورت نہیں۔''

''اوکے ڈونٹ وری یار...''

اس نے فتح کا نشان' لمبی دعائیہ نظم کے ساتھ بھیج دیا۔

جواباً اس نے دوستی کی عظمت پر شعر بھیجا۔

☼ ☼ ☼

وہ بہت ہشاش بشاش باہر آیا تھا۔ گھر آتے ہی سب سے پہلی جو کال ریسیو کی' وہ بسامہ کی تھی۔

''کیا سارے ٹھیک ہو گئے؟'' اس کی خوش کن آواز سے اندازہ ہو رہا تھا۔

''نہیں' سارے تو خیر کسی کے بھی نہیں ہو سکتے مگر زبردست ہو گیا ہے' نوے فیصد ایگریگیٹ کہیں نہیں گیا۔ اور شام تک اس کا اندازہ بالکل درست نکلا تھا۔ اسکرین پر آنسر کی آ چکی تھی۔ اس کا ایگریگیٹ نوے فیصد بنتا تھا۔

''یہ تو K - E (کنگ ایڈورڈ) کا میرٹ ہے... زبردست۔'' بسامہ نے کہا۔ بلکہ وہ اگلے دن چھٹی لے کر اسے مبارک باد دینے آئی تھی۔

☼ ☼ ☼

مبارک' سلامتی' خوشیاں زینت نے نہ صرف نفل پڑھے۔ بلکہ فوراً'' پیسے نکال کر میٹھی دیگ منگوائی اور سارے محلے میں بانٹی۔

''میرے حماس کے نمبر اچھے آ گئے ناں' اب ڈاکٹر بنے گا۔ ہم تو اس گھر میں ہی اسپتال بنا لیں گے' اوپر رہائش...''

انہوں نے لمبی منصوبہ بندی شروع کر دی۔ اٹھتے بیٹھتے' جمع تفریق' توڑ جوڑ' کتنے جوڑے روز سلائی کروں کہ اس کی فیس اور کتابوں کا خرچا نکل آئے۔ چلو شکر ہے' نمبر بہت اچھے آئے اب ہاسٹل کا خرچ تو بچے گا' یہاں اپنے لاہور میں ہی داخلہ مل جائے گا۔'' زینت کی یہ خود کلامیاں تھیں۔

☼ ☼ ☼

وہ مارکیٹ جانے کی تیاری میں تھا۔ جب اس کی جیب میں موبائل تھرتھرایا۔

''بسامہ کالنگ۔'' اس نے بٹن دبا کر موبائل کان سے لگایا۔

''ہاں' کہاں ہو بھئی... ڈاکٹر حماس۔''

اس کے چہرے پر ایک خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ خوشی سے بولا تھا۔ ''مارکیٹ جا رہا ہوں۔ امی کے ساتھ۔''

''کیوں خیریت...؟''

''شاپنگ پر... میں نے سوچا' دو چار ڈھنگ کے جوڑے ہی لے لوں۔ سنا ہے میڈیکل کالج کی لڑکیاں

Scanned with CamScanner

بڑی خوب صورت ہوتی ہیں۔"

"لعنت ہے تم پر۔۔۔" اس کے منہ سے برجستہ نکلا اور حماس کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔ پھر وہ حق جتاتے انداز میں بولی تھی۔

"اگر کسی لڑکی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا ناں' تو تمہاری آنکھیں نکال کر ڈائی سیکشن (جس پر طلبہ سرجری سیکھتے ہیں) میز پر سجاووں گی' سمجھ آئی۔"

"ہاہاہا۔۔ یو جیلس۔۔۔" اس نے بہت اونچا قہقہہ لگایا تھا۔ زینت بیٹے کو ہنستا دیکھ کر ہر ماں کی طرح خوامخواہ ہی ہنسنے لگیں۔

"تم سے جیلس ہوتی ہے میری جوتی۔۔۔ ہونہہ۔"

"اچھا!اس کے انداز پر وہ اندر تک محظوظ ہو رہا تھا۔

"اچھا چلو 'تمہاری بات مان لیتا ہوں مگر نظریں نیچی کر کے چلتے اگر کسی لڑکی سے ٹکرا گیا' یار! تو پھر وہ میری آنکھیں نکال دے گی۔۔۔ اف میں کہاں جاؤں۔"

"جہنم میں جاؤ۔۔۔ وہاں ڈیڈ باڈیز زیادہ ملیں گی' تجربات کر لینا۔۔۔"

"اگر تم ساتھ چلنے کو تیار ہو تو یقین مانو' مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"

"دفع ہو جاؤ' مجھے کوئی بات نہیں کرنی۔" وہ فون بند کرنے لگی۔

"اچھا اچھا سوری یار۔۔۔ میں مذاق کر رہا تھا۔۔۔ بتاؤ فون کیوں کیا؟"

"یہ کہنا تھا کہ کتابیں مت خرید لینا۔۔۔ میرے پیپرز ہونے والے ہیں' فری ہو جائیں گی اور وہ جو احسان عظیم کیا تھا نا اوور آل دے کر۔ وہ پھٹ گئے ہیں' اپنا خریدو تو میرا بھی لے لینا۔۔۔ اور ہاں ابھی سے پہن کر گلی میں گھومنا مت شروع کر دینا' لوگ مذاق اڑائیں گے۔"

"اور کوئی حکم۔" وہ اترا کر بولا اور ساتھ ہی کہا "ارے واہ' پرانی کتابیں دے کر مجھ سے نیا اوور آل مانگ رہی ہو' بڑی چالاک ہو۔"

"ہاہاہا۔۔۔" اب قہقہہ لگانے کی باری اس کی تھی۔

"او کنجوس! میں تمہارے لیے اوور آل خرید چکی ہوں' مت خریدنا۔"

"چلو پھر جہاں کتابوں اور اوور آل کی مہربانی کر رہی ہو تو میری فیس بھی جمع کروا دینا۔ ایک لاکھ کے قریب بنتی ہے۔"

"کیوں' ایک لاکھ کیوں۔۔۔؟" وہ اس کی شوخی کو تو بھانپ گئی تھی مگر فیس کا غلط اندازہ۔

"تمہارا میرٹ تو لاہور کا پکا بنے گا' تمہیں ہاسٹل کی کیا ضرورت' یہ تو میرے جیسے ہیں لاہور سے فیصل آباد آگئے پڑھنے' کچھ نمبر اور آجاتے تو میرا بھی لاہور کا میرٹ بن جاتا۔" اس کی لاچارگی پر وہ مزید شوخا ہوا تھا۔

"تو ڈھنگ سے پڑھ لیتی ناں' سوال غلط نہ کرتیں' نالائق۔"

"زیادہ شوخا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ سچ مچ چڑ گئی تھی۔ یہ سوچے بغیر کہ آج وہ بہت موڈ میں باتیں کر رہا ہے "پچھلا سال بھول گئے' جب فٹ بال اور کاغذ پھاڑتے تھے اور وہ ٹوٹیاں میں بھولی نہیں ہوں' مسٹر جینئس۔۔۔" وہ نچلا لب دبا کر ہنسی روکتا بے حد محظوظ ہو رہا تھا۔

"اچھا فائلز کب جمع کروا رہے ہو۔۔۔" بسامہ نے موضوع بدل دیا۔

"آج حفظ کا ٹیسٹ ہو گیا ہے' کچھ دن بعد ایڈمیشن فارم جمع ہونے شروع ہو جائیں گے' پندرہ دن بعد میرٹ لسٹیں۔"

"اوکے' گھر میں آؤں گی' کاکے کو پہلے دن کالج بھی تو چھوڑ کر آنا پڑے گا' ایسے ہی ناں ٹکراتا پھرے۔" اس نے کہہ کر کھٹ فون بند کر دیا اور اسے بند فون دیکھ کر ڈھیر ساری ہنسی آئی۔ وہ دونوں ابھی تک سمجھ نہیں پائے تھے کہ ایک دوسرے سے بات کر کے وہ اتنے خوش کیوں ہوتے ہیں۔ شاید بے ریا' بے غرض دوستی یا شاید کچھ اور۔۔۔ کیا کچھ اور ابھی یہ واضح نہیں تھا۔

☼ ☼ ☼

اس ایک ڈیڑھ مہینے کا بالکل پتا نہیں چلا تھا۔ اس کے ڈاکومنٹس یو ایچ ایس میں جمع ہو گئے تھے۔ چند دن

Scanned with CamScanner

نک یونی میں میرٹ لسٹیں لگ جاتیں۔ صحیح کہا تھا سامہ نے کچھ ناممکن نہیں ہے۔۔۔ آہ۔

واقعی زندگی میں کچھ بھی ناممکن نہیں ہوتا۔ لسٹیں دیکھ کر حماس کی آنکھیں ناقابل یقین حد تک پتھرا گئی تھیں۔ منہ کھلا تھا۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ ایسا تو کبھی ہوا ہی نہیں 'اتنا بڑا اپ سیٹ میرٹ میں کیسے ہو سکتا ہے۔" سب کی زبانوں پر یہی تھا۔ کیونکہ دن ڈھلے یو ایچ ایس کی ویب سائٹ پر پنجاب کے سترہ میڈیکل کالجز کی میرٹ لسٹ لگا دی گئی تھی۔ اور اس سال میرٹ ناقابل یقین حد تک بڑھ گیا تھا۔ لسٹ لگنے سے چند دن پہلے سوشل میڈیا اور اخبارات میں دبی دبی خبریں تھیں۔ اس سال ذہین ترین بچ سامنے آیا ہے سیٹیں کم ہونے کی وجہ سے میرٹ بڑھ سکتا ہے' سب اسٹوڈنٹس کا اندازہ تھا کتنا بڑھ جائے گا زیادہ سے زیادہ ون پرسینٹ اتنا بھی کبھی نہیں بڑھا یہ کوئی خاص پریشانی کی بات نہیں تھی۔ لیکن اس سال یہ نہیں ہوا ذہین بچوں کی یلغار یو ایچ ایس کی محدود سیٹوں کے کنٹرول سے باہر ہو گئی۔ بچے چکرا کر رہ گئے۔ لیکن حماس کی آنکھیں کیوں پھٹ گئیں۔ وہ تو سیف زون میں تھا اور نوے فیصد ایگریگیٹ کے باوجود اس کا نام سترہ میڈیکل کالجز میں سے کسی میں بھی نہیں تھا۔ اس سے کم میرٹ والے بچے لسٹ میں موجود تھے۔

☼ ☼ ☼

بسامہ نے ساری لسٹیں کھنگال لیں' کہیں اس کا نام نہیں تھا۔ وہ بار بار اسے کال کر رہی تھی' میسج کر رہی تھی مگر کسی کا کوئی جواب نہیں' وہ بے حد بے چین تھی۔ اس نے پاپا کو فون ملایا اور فوراً" پوچھا۔

"پاپا' یہ یہ سب کیا ہے' میرٹ کا پتا چلا آپ کو؟"

"ہاں پتا تو چلا ہے' کہہ رہے ہیں اس بار کوئی بہت بڑا اپ سیٹ ہوا ہے' میرٹ کچھ اوپر ہو گیا' میرا دوست ہے ڈاکٹر اس نے بتایا 87٪ والے گیا 88٪ والے رہ گئے ہیں' 88.68 تک میرٹ گیا ہے۔"

"ہوں۔۔۔ وہ تاسف سے بولے "اچھا وہ تمہارے فرینڈ کا کیا بنا' کہاں ہوا اس کا۔"

"میں نے اسی لیے فون کیا ہے' وہ 90٪ پر تھا اور اس کا نام کسی لسٹ میں نہیں ہے۔"

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔ تم نے خود اس کا ایگریگیٹ چیک کیا' کیا پتا اس نے جھوٹ بولا ہو۔" وہ اپنے مخصوص آرام دہ لہجے میں بول رہے تھے۔

"میں نے خود چیک کیا ہے' کئی بار کیا ہے۔۔۔ وہ فون بھی نہیں اٹھا رہا' پتا نہیں کیا مسئلہ ہے۔" اس کی آواز ایسے بکھر رہی تھی جیسے شدید پریشانی میں پھیل جاتی ہے۔

"پاپا۔۔۔" وہ تلخ گھونٹ بھر کر بولی۔

"اس نے فائل جمع کروائی ہو گی ناں۔۔۔؟" وہ رک رک کر بولی تھی۔

"اگر نہیں کروائی تو انتہائی حماقت کی ہے اس نے۔" وہ کچھ توقف سے بولے تھے۔ "تم پریشان مت ہو' تمہارا صبح لاسٹ پیپر ہے۔ اس پر concentrate (دھیان) کرو۔ میں پتا کرتا ہوں۔"

"اوکے پاپا۔" اس نے رندھی آواز میں کہہ کر فون بند کر دیا۔

☼ ☼ ☼

نیاز محمد ٹرے میں قہوے کا کپ لے کر ڈاکٹر سبطین کے پاس آیا تھا۔ انہوں نے کپ اٹھاتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"حماس حیدر اپنے گھر پر ہی ہے۔۔۔"

"جی صاحب' آج کل تو بہت تیاری کر رہا ہے۔ ڈاکٹری پڑھنے جائے گا ناں۔"

"ہوں۔۔۔" انہوں نے قہوے کا گھونٹ بھرا۔

"اچھا ایسا ہے' آج جب گھر جاؤ تو ضرور پتا کر کے بتانا اس کا ایڈمیشن کس کالج میں ہوا ہے' مجھے فون کر دینا۔" وہ سر ہلاتا چلا گیا۔

ڈاکٹر عندلیب ٹی وی پر کوئی ڈاکومنٹری دیکھ رہی تھیں' متوجہ ہوئیں۔

Scanned with CamScanner

"کیوں۔۔۔ کیا بات ہے 'کوئی مسئلہ ہے؟"

"ہاں 'بسامہ کہہ رہی تھی اس کا نام لسٹوں میں نہیں ہے۔"

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے ' میں نے خود اس کا ایگریگیٹ چیک کیا تھا۔90 سم تھنگ تھا۔"

"چلو پتا چل جائے گا۔" وہ تو اپنی روزمرہ کی باتوں کی جانب چلے گئے تھے مگر بسامہ سے پیپر کی تیاری کرنا مشکل ہو گئی تھی۔ سب سے مشکل مضمون اناٹومی کا پیپر تھا اور حماس کی فکر 'وہ کئی گھنٹے کی مسافت پر تھی اور دل چاہ رہا تھا اڑ کر پہنچ جائے۔ نیاز محمد نے گھر جاتے ہی پتا کیا۔ بہت دیر بعد دروازہ کھلا ' زینت کی حالت کسی مردے جیسی تھی۔ نیاز کے پوچھنے پر اس نے جو کچھ بتایا اس کی تو سمجھ میں گاڑھی باتیں نہیں آئی تھیں البتہ اس نے کال ملا کر ڈاکٹر سبطین سے اس کی بات کروادی۔

وہ پیپر دیتے ہی ڈائیو میں بیٹھ کر لاہور آگئی تھی۔ اسے گھر آکر پتا چلا تھا حماس کے ساتھ ہوا کیا۔ "وہ حیران تھی کہ حماس اتنی بڑی غلطی کیسے کر سکتا ہے۔"

"ہو جاتا ہے 'ہو جاتا ہے' اوور کانفیڈنس میں اس طرح ہو جاتا ہے۔"

"نہیں سبطین! یہ بہت بڑا اپ سیٹ ہے 'اس میں بچے کی غلطی بہت کم ہے۔۔۔ میرٹ بھی تو حد ہو گئی۔"

"بھئی وہ پر فارما کس لیے ہوتا ہے 'آپشنز لکھنے میں حرج کیا تھا' آخر کچھ بھی ہو سکتا ہے 'غلطی تو ہے۔" ڈاکٹر سبطین کی وضاحت۔

"آئی کانٹ بلیو۔" کہتے ڈاکٹر عندلیب نے جھرجھری لی۔ "شکر ہے بسامہ کا پچھلے سال ہی ہو گیا تھا ورنہ اس سال کا میرٹ اف۔۔۔!

ان دونوں کی گفتگو وہ پتھرائے وجود کے ساتھ سن رہی تھی۔ پھر شام کو اس کی طرف چلی گئی۔

"واٹ ربش۔" وہ اس کے کمرے میں داخل ہوتے ہی دھاڑی تھی۔

حماس حیدر ڈاکٹر بننے کے لیے پیدا نہیں ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ان ہونی ہونا ہی تھی۔ وہ اپنے تمام ڈاکومنٹس لے کر یو ایچ ایس گیا وہاں سے فارمز لیے 'بھر کے جمع کروا دیے۔ اور سب کو یقین تھا کہ اس کا نام K.E کی لسٹ میں آئے گا۔ اگر میرٹ بڑھ گیا جیسا کہ اڑتی خبریں تھیں تو دوسرے نمبر پر علامہ اقبال میڈیکل کالج اور اگر مزید بڑھ گیا جس کا ہرگز امکان نہیں تھا تو تیسرے نمبر پر Sims (سروسز میڈیکل سائنسز) میں تو ہر صورت پکا ہے۔ بہرحال یونی ورسٹی سترہ چوائسز کی آفر کرتی ہے۔ وہ پورا فارم فل کرنے کے بعد چوائسز والا پرفارما بھرنے لگا۔ سب سے پہلے اس نے "K.E" لکھا۔ پھر "علامہ اقبال میڈیکل کالج" لکھتے اس کا پین اٹکا اسے جھٹکا دے کر "Sims" لکھا پھر "شیخ زید" پر پین رک گیا۔ تین چار جھٹکے دیے۔ "امیرالدین" کا نام لکھنے کے بعد پین نے بالکل چلنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس نے بارہا جھٹکا۔ ہاتھ پر لکھ کر دیکھا۔ غصہ بھی آیا کہ میں کون سا پین اٹھا لایا۔ وہ فارم لے کر گھر بھی جا سکتا تھا کل جمع کروا دے گا۔ مگر اب جائے آئے۔ اس نے ساتھ بیٹھے ایک بچے کے والد سے کہا جو اپنے بیٹے کا فارم بھروا رہے تھے۔

"ایکسوزمی انکل ' آپ کے پاس ایکسٹرا پین ہو گا؟"

"نہیں بیٹا' ایک ہی ہے۔۔۔ ابھی تھوڑی دیر میں فارغ ہو جاتا ہے۔" وہ ابھی کہہ ہی رہے تھے کہ ان کی نظر حماس کے ایگریگیٹ پر گئی 'بز 90' واہ بیٹا۔۔۔" انہوں نے اس کے کندھے پر تھپکی دی۔

"آپ کو ساری چوائسز لکھنے کی کیا ضرورت ہے ' آپ کا تو K.E کا میرٹ ہے۔

بیٹا! آپ تو کسی ایک کالج کا بھی نام لکھ دو' آپ کا پکا ہونا ہے ' یہ دس دس آپشنز تو میرے بیٹے جیسوں کے لیے ہے جو بمشکل میرٹ پر آرہے ہیں کہ چلو اگر ٹاپ کے کالجز میں نہیں نام آتا تو کہیں دور دراز بھی پڑھنے کے لیے تیار ہیں۔"

ان کے لہجے میں وہی وثوق تھا جو رزلٹ کے بعد سے اپنے لیے سنتا آرہا تھا۔ یہاں تک کہ اکیڈمی مٹھائی لے کر گیا تو اساتذہ نے بھی یہی یقین دہانی کروائی

Scanned with CamScanner

تھی کہ پچھلے کئی سالوں سے K-E کا یہی 90٪ میرٹ ہے۔ اس نے کچھ دیر بیٹھ کر سوچا۔ پھر اٹھ کر اپنا فارم جمع کروا دیا۔ ایک شخص کاؤنٹر پر بیٹھا فارم جمع کر رہا تھا۔ اس کا فارم بغور دیکھا تمام ڈاکومینٹس چیک کیے اور پر فارما دیکھتے سرسری سا پوچھا۔

"بس فائیو چوائسز۔۔۔ لاہور ہی۔"

"جی۔۔۔" اس نے سادگی سے کہا۔

نہ اس کی ماں باپ پڑھے لکھے تھے' نہ بہن بھائی تھا کوئی فیملی میں دور دور تک کسی نے کالج کی شکل نہ دیکھی' کیا میڈیکل کالج کی پیچیدگی سمجھ سکتے۔ بسامہ سے ہر موضوع پر بات ہوتی تھی سوائے پر فارما بھرنے کے' ایگریگیٹ کچھ کم ہوتا تو شاید وہ اس موضوع پر بات کرتے۔ بس یہی تھا کہ لاہور میں پکا ہے۔ پھر فکر کیسی؟ لاہور کے تو اس نے پانچوں کالجز کے نام لکھ دیے تھے۔ فرض تو فارم چیکر کا بنتا تھا وہ اپنے پاس سے قلم دے کر بھروا لیتا' بچے کو گائیڈ کرتا مگر اس نے سر ہلاتے۔

"اوکے' بیسٹ آف لک۔"

کہہ کر بچی ہوئی بارہ لائنز پر ایک لکیر کھینچ دی۔ جس کا مطلب ہے بچے کو باقی چوائسز سے کوئی دلچسپی نہیں اور وہ لکیر حماس حیدر کی قسمت پر کھنچ گئی تھی۔

میڈیکل کالج میں ایڈمیشن ایک گورکھ دھندا ہے' کیوں کہ اگر فارم فل کرتے ہوئے اپنی چوائس میرٹ کی ترتیب سے نہ لکھی یا پھر آپ کی کالج کے میرٹ پر آرہے ہیں لیکن اس کالج کا نام آپ کی چوائس میں شامل نہیں تو میرٹ پر ہوتے ہوئے بھی آپ کو داخلہ نہیں ملے گا اور آپ سے کم میرٹ والا بچہ کالج کا نام لکھ دینے کی وجہ سے سیٹ حاصل کرلے گا۔ یہی حماس حیدر کے ساتھ ہوا تھا۔ جو کم فہمی کے بنا پر اس سال بہت سے بچوں کے ساتھ ہوا ہے۔ اور یہ غلطی انہیں پاگل کر دینے کے لیے کافی ہے۔ آہ یہ سسٹم۔

"تم اتنی بڑی غلطی کیسے کرسکتے ہو حماس۔" بسامہ اس سے مخاطب تھی جو نہ رو رہا تھا نہ ہنس رہا تھا۔

"مجھ سے ہی پوچھ لیتے' ایٹ لسٹ پاپا مما شہر میں تھے' ان کے پاس فارم لے جاتے' میرا انہوں نے فل کیا تھا اور تم نے یہ کیا کر دیا اپنے ساتھ۔" اس نے یک لخت اسے دونوں کندھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑا۔ وہ سنگ مرمر کی طرح کرسی پر جما بیٹھا تھا ذرا نہیں ہلا۔ اس نے کندھے چھوڑ کر غصے سے رخ پھیر لیا سینے پر ہاتھ باندھے کچھ سوچ رہی تھی۔

"آخر سب چوائس لکھنے میں حرج کیا تھا' حماس!"

وہ ایک بار پھر اس کی جانب پلٹی۔

"88.6٪ والے کا ایڈمیشن ہو گیا ہے اور تم 90٪ پر ہو کر رہ گئے' او مائی گاڈ! اب کیا ہوگا۔۔۔ کیا کرو گے؟"

وہ پاؤں پٹخ کر باہر بیٹھی زینت کی جانب بڑھی جو منہ پر دوپٹہ رکھے روئے جا رہی تھیں۔ وہ سامنے سے چلی گئی تھی۔ اس کے لفظ پیچھے رہ گئے تھے "اوہ مائی گاڈ! اب کیا ہو گا' کیا کرو گے' کیا کرو گے' کیا کرو گے۔۔۔" ان لفظوں کی گونج میں وہ تمام افراد نگاہوں کے سامنے آ رکے جو پچھلے سال ہمدردی کے نام پر امی پر طنز کرنے آئے تھے۔ اور رات نیاز محمد فون جیب میں ڈالتے ہوئے خاصا زور سے کہہ رہا تھا۔

"لے باجی' چاول تو تو نے یوں بانٹے تھے جیسے تیرا لڑکا ہسپتال کھول کر بیٹھ بھی گیا ہو' وہ تو پھر فیل ہو گیا۔۔۔ اس سے اچھے تو میرے لڑکے ہیں کم از کم پڑھائی پر پیسا برباد تو نہیں کیا' موٹروں کا کام سیکھ رہے ہیں۔"

"میں نے سب برباد کر دیا' اپنی ماں کا پیسہ' امید' خواب۔۔۔"

پھر وہی گونج "اب کیا کرو گے۔۔۔" یعنی کہ میں ایک ناکام انسان ہوں' مجھے بروقت فیصلے کرنے نہیں آتے۔ پھر ایسے لوگوں کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہونا چاہیے۔۔۔ پہلے طبیعت نے دھوکا دیا' اب قلم نے' مجھے دو قلم رکھنے چاہئیں تھے' اس لڑکے کے قلم کا انتظار کر لیتا۔۔۔ گھر آسکتا تھا' مگر مجھے فیصلے کرنے نہیں آتے۔ اب کیا کرو گے۔۔۔"

وہ یک لخت اٹھا کچن کی جانب بڑھا اور نچلے خانے سے ایک بوتل نکالی اور غٹ غٹ چڑھا لی۔ زینت کی نظر اس پر گئی تھی' وہ چلا کر دوڑیں۔۔۔ "ہائے یہ تو تیل ہے۔"

Scanned with CamScanner

"حماس۔۔۔ حماس۔"

ایمرجنسی کی جانب ڈاکٹرز تیزی سے بھاگ رہے تھے۔ وہ اسپتال کے کوریڈور میں دیوار سے ٹیک لگائے ہونق بنی کھڑی تھی۔ اسے ایسے لگ رہا تھا جیسے اس کی ٹانگوں سے جان نکل رہی ہے اور وہ دیوار سے پھسلتی نیچے گرتی جا رہی ہے۔ زینت ایک بینچ پر بیٹھی کبھی بین شروع کر دیتیں' کبھی تسبیح۔ ایک ادھیڑ عمر ڈاکٹر زینت کے پاس سے گزرتے ہوئے خاصے غصے سے بولے تھے۔

"بی بی! یہ جو بچہ اندر ہے' یہ کوئی دودھ پیتا بچہ نہیں ہے کہ مٹی کا تیل اسپرائٹ سمجھ کر پی لے' اس نے خودکشی کی کوشش کی ہے' بچ بھی گیا تو کیس بنے گا' پولیس کیس۔" بسامہ کے تو پتنگے لگ گئے۔

"اچھا!! یہ پولیس کیس تو بڑا نظر آگیا آپ کو' اور جو اس ملک میں دوسرے کیس ہیں' وہ دکھائی نہیں دیتے۔"

"آپ کہنا کیا چاہ رہی ہو۔" وہ ڈپٹ کر بولے۔ اس کا لہجہ تلخ رہا۔

"خدا کے لیے ڈاکٹر' آپ اس کی زندگی کو بچائیں۔۔۔ ورنہ آج یہاں ایک کیس نہیں بہت سے کیس ہوں گے۔"

استقبالیہ پر کسی نیوز چینل کے نمائندے حسب رواج بلا اطلاع چھاپے مار پروگرام کی کوریج کے لیے آئے ہوئے تھے اس کی چیخ' دھاڑ سن کر ادھر ہی آگئے۔ کئی لوگوں نے روکا مگر انھوں نے مائیک آگے کرتے کہا۔۔۔

"آپ کیا کہہ رہی ہیں کیا ہوا ہے ادھر۔"

"کیوں۔۔۔" وہ ویسے ہی دھاڑی "یہ کوئی تماشہ ہے ادھر' کوئی فلم چل رہی ہے' جو آگئے۔"

"نہیں نہیں بیٹے۔" اینکر پیار سے بولا "کیا ہوا؟ آپ بہت پریشان ہیں' کس کیس کی بات کر رہی تھیں' کیا ڈاکٹر چھٹی پر ہیں' ادویات نہیں ہیں۔۔۔ کیسا کیس آیا ہے۔"

"اس ملک کے سائیکو حکمرانوں کے کیس کی بات کر رہی ہوں۔"

"جی!" اینکر سٹپٹایا "آپ کیا کہنا چاہ رہی ہو۔"

"میں آنکھیں کھولنا چاہ رہی ہوں ان حکومتوں کی جنہیں یہ نہیں پتا کہ جو بچہ آج پیدا ہوا ہے' وہ اٹھارہ سال بعد کسی شعبے میں سیٹ مانگے گا' آبادی کئی گنا بڑھ رہی ہے اور سیٹیں وہی دس سال پرانی' سیٹیں کم ہونے سے میرٹ میں کتنے بڑے اپ سیٹس ہو رہے ہیں۔ آپ کو پتا ہے کل میڈیکل ایڈمیشن لسٹ لگی ہے۔"

"جی جی۔۔۔ سنا ہے' میرٹ کچھ بڑھ گیا ہے۔"

"صرف بڑھا نہیں ہے' بے حد بڑھ گیا ہے' بے حد۔۔۔" وہ بہت زور سے بولی۔ "پچھلے سالوں سے تقریباً" ساڑھے تین فیصد' غضب خدا کا چھپن ہزار بچوں کے لیے چھپن سو سیٹیں بھی نہیں' سب ذہین بچے ایک جگہ آگئے' اس ملک کی کریم ضائع ہو رہی ہے' ینگسٹرز کو میرٹ کے نام پر ذہنی طور پر ٹارچر کر کے مفلوج کیا جا رہا ہے۔" چیختے چلاتے وہ بے سروپا بول رہی تھی۔

اس غیر متوقع تماشے سے اینکر کو اپنی لائیو ریٹنگ بڑھتی محسوس ہوئی۔ دوسرے چینلز حرکت میں آئے اور بہت سے کیمرے بریکنگ نیوز مرچ مسالا لگا کر پیش کرنے لگے۔ اصل بات کسی کو پتا نہیں تھی بس ہر اسکرین پر بسامہ چلا رہی تھی' اس کی آنکھوں میں سرخ گھٹا تھی۔

"ہر بات یہ کہہ کر ختم کر دی جاتی ہے' یہ بھی ایک سازش ہے' ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنے کے علاوہ اس ملک کے اصل مسائل نظر نہیں آتے۔ تو پھر ٹھیک ہے' ہم نوجوانوں کے فیصلے اب ایوانوں کے بجائے سڑکوں پر ہی ہوں گے۔" وہ ایک سانس میں اپنے اندر کی بھڑاس نکال رہی تھی اور چینلز نے اس کی آواز کے ساتھ اپنی آواز شامل کر دی کہ میو ہسپتال کے کوریڈور میں ایک لڑکی نے ہنگامہ بپا کر دیا کہا جا رہا ہے وہ میڈیکل کالج کے میرٹ کے خلاف سڑکوں پر آئیں گی' ایک کیمرہ مین نے بہرحال کچھ سمجھنے کے لیے

پوچھا۔

"آپ اصل مسئلہ تو بتائیں۔" ان ہونی کے خوف سے کانپتی آواز اس نے گہرا سانس لے کر قدرے بہتر کی۔

"میرے فرینڈ نے سوسائڈ کی ہے' کیوں کہ میرٹ بے حد بڑھ گیا اس سے چوائس میں غلطی ہو گئی' اگر اسے کچھ ہو گیا۔" اس کے پھر سے آنسو بہنے لگے۔

"تو یاد رکھیں۔" اس نے کیمرے کی آنکھ میں آنکھیں ڈالیں۔ "میں آگ لگادوں گی' کسی کو نہیں چھوڑوں گی۔" وہ پھر بپھر گئی۔ "اگر اسے کچھ ہو گیا تو...؟"

جس سڑک کے کنارے بنے اسپتال کے کوریڈور میں وہ ناگن پھنکار رہی تھی۔ اسی سڑک کے بہت دور دوسرے کنارے پر ایک گاڑی ہوا میں فراٹے بھرتی اشاروں کی پروا کیے بغیر تیزی سے ادھر ہی بڑھ رہی تھی۔ اس گاڑی کے ڈیش بورڈ پر سیل تھرکنے لگا۔ انہوں نے اچک کر دیکھا' اٹھایا اور کان سے لگالیا۔

"سبطین! یہ سب کیا ہے' بسامہ نے کیا ڈراما لگا رکھا ہے۔" سبطین معمول کے مطابق کلینک پر تھے جب ٹی وی پر یہ تماشا دیکھا' مریض چھوڑ اندھا دھند بھاگے۔ ڈاکٹر عندلیب گھر پر ہی تھیں گھبرا گئیں۔ فوراً" میاں کو کال ملائی تھی کیوں کہ بسامہ تو اٹھا نہیں رہی تھی اور شام سے گھر سے یہ کہہ کر نکلی تھی کہ حماس سے مل کر ابھی آتی ہوں اور اب یہ تماشا..."

"ہاں ہاں میں ادھر ہی جا رہی ہوں' پتا نہیں اس کا کیوں دماغ خراب ہوا ہے۔"

"آخر اس لڑکے نے کیا کیا ہے... میں تو پہلے ہی کہتی تھی۔ اس کی دوستی اس لڑکے سے بڑھتی جا رہی ہے' مگر تمہیں تو کلاس ڈیفرنس نظر ہی نہیں آتا' جینئس ہے' فرینڈ ہے' آج بسامہ کی آنکھوں میں دوستی نہیں کچھ اور چمک رہا ہے... مجھے بہت خوف آ رہا ہے سبطین۔"

"ہاں ہاں میں سمجھ رہا ہوں' کرتا ہوں کچھ' ڈونٹ وری۔" انہوں نے فون بند کر دیا تھا' اسپتال آچکا تھا۔ وہ دروازہ کھول کر تیزی سے اندر بڑھ رہے تھے۔

کوریڈور میں لگے مجمع کو چیرتے اس کی بازو کو زور سے جھٹکا دیا۔ دھمکیاں دیتی چلاتی وہ لمحہ بھر رکی پھر ان کے ساتھ گھسٹتی چلی گئی کیمرے' اینکرز پیچھے پیچھے آ رہے تھے لیکن وہ پلک جھپک' اسے گاڑی میں پٹخ' گاڑی بھگا کر لے گئے۔

"بسامہ یہ سب کیا ہے؟"

"بڑی آئیں آگ لگانے والی' جنہیں تم دھمکیاں دے رہی ہو' لمحہ لگائیں گی ایجنسیاں تمہیں اور تمہارے ماں باپ کو غائب کروانے میں' کیوں اپنے فیوچر اور ہماری زندگی کے پیچھے پڑی ہو اور کس کی خاطر' جس جاہل نے اپنی غلطی قبول کرنے کے بجائے کشی کر لی' مانتا ہوں تمہاری بات سیٹیں کم ہونے کی وجہ سے میرٹ اپ سیٹ ہوا' لیکن غلطی اس کی بھی ہے' اندھا تھا وہ' جب فارم پر واضح لکھا ہے کم از کم دس چوائس ضرور لکھیں تو ہاتھ ٹوٹتے تھے لکھتے ہوئے' اپنی غلطی بھی تسلیم کرنا سیکھو' چلی ہے تڑیاں لگانے' اس کی ناکامی میں اس کا اپنا ہاتھ ہے۔" بنا کسی مزاحمت کے اس نے اپنے دونوں ہاتھ چہرے پر رکھ لیے۔ اس کے سسکنے میں بے حد کرب تھا۔ وہ اللہ سے حماس کی زندگی مانگ رہی تھی کیوں کہ اس کی حالت بہت بگڑ چکی تھی۔

☆ ☆ ☆

گاڑی گھر کے گیٹ سے اندر داخل ہوئی۔ جس طرح اسے بٹھایا تھا اسی طرح نکال کر کھینچتے کمرے تک لے گئے۔

"اس کمرے سے باہر مت نکلنا... سمجھیں۔" کمرہ مقفل کر کے باہر صوفے پر دھپ سے بیٹھ گئے۔

عندلیب سامنے سر پکڑے بیٹھی تھیں۔

"تم پریشان مت ہو' میں کچھ نہ کچھ کرتا ہوں بندوبست... ٹھیک ہو جائے گی یہ۔"

"عندلیب نے سر اٹھا کر میاں کو دیکھا۔ ان کی آنکھیں بہت سرخ ہو رہی تھیں۔ آج انہیں پہلی بار احساس ہوا تھا اس غریب لڑکے سے اس کی دوستی اس

Scanned with CamScanner

کی ذہانت سے متاثر ہونے تک نہیں رہی۔ کوئی اور روپ دھار گئی ہے۔ پھر اپنی ساکھ کی بھی فکر ہے' اب تک توسب کو پتا چل چکا ہو گا کہ وہ تماشا ان کی بیٹی نے لگایا تھا۔ بار بار نگاہ اپنے لینڈ لائن پر جاتی' انہوں نے اٹھ کر اس کا تار زور سے کھینچا۔ اس کا پلگ سیٹ کے اندر ہی ٹوٹ گیا تھا۔ وہ بڑبڑا رہے تھے۔

"ہونہہ' شاہوں کے مزاج کے خلاف' کبھی بارشیں نہیں برستیں اور یہ چلی ہے سٹیٹس منظور کروانے۔"

☆ ☆ ☆

اس واقعے کو گزرے تیسرا دن تھا۔ ڈاکٹر سبطین اور ڈاکٹر عندلیب دو دن سے طبیعت خرابی کا بہانہ کر کے کلینک نہیں گئے تھے۔ آج انہیں لازمی جانا تھا۔ ڈاکٹر عندلیب نے اسے ساری رات بہت سمجھایا۔ طبقاتی فرق' اپنا مستقبل' لیکن وہ ایک ہی بات کر رہی تھی۔

"ٹھیک ہے آپ جو بھی کہہ رہی ہیں' ایٹ لسٹ مجھے اس کی طبیعت کا تو پتا کر لینے دیں' میرا فون تو واپس کریں۔" اس کا موبائل سبطین کے پاس تھا۔ اور گھر سے نکلنے پر سختی سے پابندی لگا رکھی تھی اور نیاز محمد کو بھی سختی سے منع کیا گیا تھا کہ اس لڑکے کا کوئی ذکر گھر میں نہ کرے۔

وہ دونوں کلینک جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ جب وہ تھکی تھکی کمرے سے نکلی۔ سبطین کو باہر کی جانب نکلتے ہوئے اپنے کوٹ کی جیب میں کوئی بپ محسوس ہوئی۔ بسامہ کا موبائل تھرتھرا رہا تھا۔ انہوں نے نکال کر دیکھا۔ نام پڑھتے ہی ایک کٹیلی نگاہ دروازے پر کھڑی بسامہ پر ڈالی۔ کال کاٹ کر موبائل جیب میں ڈالا۔ وہ ہونٹوں کو تر کرتی لجاجت سے بولی۔

"میرا سیل تو دے دیں' مجھے واپس ہاسٹل جانا ہے۔"

"تم کہیں نہیں جا رہیں۔" ان کا لہجہ اٹل تھا۔

"تمہاری ایک ہفتے کی چھٹیاں ہیں' گھر پر آرام کرو۔"

عندلیب نے خاموشی سے اپنا پرس اٹھایا' ایک دکھ بھری نگاہ بیٹی پر ڈال کر باہر کی جانب قدم بڑھائے جبکہ سبطین کہہ رہے تھے۔

"میری اجازت کے بغیر گھر سے قدم باہر نہیں رکھو گی اور اگر رکھے تو وہ اس گھر میں تمہارے آخری قدم ہوں گے۔ سمجھیں' اب جاؤ اپنے کمرے میں۔" وہ شکوہ کناں نگاہ سے دیکھتی پاؤں پٹخ کر اندر مڑی تھی۔

☆ ☆ ☆

گھر کا لینڈ لائن پلگ ٹوٹنے سے بیکار ہو چکا تھا۔ موبائل پاپا کے پاس' ملازمین کو وہ سختی سے منع کر کے گئے تھے۔ آج اسے پہلی بار حماس کے نیٹ یوز نہ کرنے پر دل کھول کر غصہ آیا۔ ورنہ لیپ ٹاپ کے ذریعے کسی نیٹ آئی ڈی پر رابطہ کر لیتی۔

"کنجوس' ڈھنگ کا موبائل بھی نہیں لے سکتا۔"

ان کی گاڑی ٹریفک کا حصہ بنی معمول کی رفتار سے بڑھ رہی تھی کہ پھر سے بپ ہونے لگی۔ انہوں نے رفتار کم کی۔ سیل چیک کیا۔ اب انہوں نے گاڑی نہیں بلکہ موبائل آف کر دیا اور گاڑی یوٹرن کی جانب بڑھائی۔

"کیا ہوا... کلینک نہیں جانا؟" عندلیب کے سرسری سوالوں پر وہ چبا کر بولے۔

"چلیں جائیں گے' پہلے اس لڑکے کو تو دیکھ لیں۔"

"وہ تو میو میں ہے۔ تم پیچھے جا رہے ہو۔"

"گھر چلا گیا ہے۔ پتا کیا تھا' میں نے..." ان کی گاڑی اوسط درجے کے علاقے میں داخل ہوئی اور لکڑی کے دروازے کے سامنے رکی۔ بوسیدہ لکڑی کا دروازہ کھٹکھٹانے کی نوبت نہیں آئی تھی۔ پہلے ہی کھلا تھا۔ آگے پیچھے دونوں اندر داخل ہوئے۔ چھوٹے سے صحن میں چارپائی پر دو تین خواتین بیٹھیں زینت کے پاس حماس کی عیادت کر رہی تھیں۔ انہیں دیکھ کر چونکیں' معنی خیز نظروں کا تبادلہ ہوا۔ زینت اپنی حیرت پر قابو پاتی استقبال کے لیے اٹھی۔

"حماس کہاں ہے؟" ڈاکٹر سبطین نے پوچھا تھا۔

"وہ... وہ اندر ہے۔" وہ انہیں یوں اچانک دیکھ کر لجا سی گئی تھیں۔ وہ دونوں اندر کی جانب بڑھے۔

Scanned with CamScanner

دوسری خواتین بھی اٹھ گئیں۔
"اچھا باجی ہم چلتے ہیں پھر آئیں گے۔"
"آپ اپنے مہمان دیکھو' اللہ بچے کو صحت دے۔" وہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں پھنسائے سر کے نیچے رکھے چت لیٹا چھت گھور رہا تھا۔ پرانے سے کمبل کے اوپر سینے کی جانب اس کا بٹنوں والا موبائل دھرا تھا۔ اسے پتا چلا تھا کہ بسامہ نے اسپتال میں اچھا خاصا ہنگامہ کیا تھا۔ بے حد روئی تھی۔ اس کے والد اسے لے گئے تھے۔ وہ اس کی جانب سے فکر مند تھا۔

"پتا نہیں کیسی ہوگی' کیا ضرورت تھی شور مچانے کی' کون سا مر جاتا نا۔۔۔ اتنا گئی نہیں ہوں میں' اب فون بھی نہیں اٹھا رہی' طبیعت ہی۔۔۔ نہ خراب کر بیٹھی ہو۔" اس کی سوچوں میں قدموں کی چاپ کے ساتھ دو سائے مخل ہوئے۔ اس نے گردن پھیر کر دیکھا۔ قدرے چونکتے ہوئے' اٹھنے لگا تھا۔

"لیٹے رہو' ہمیں پتا ہے تم میں کتنی سکت ہے اٹھنے کی۔" ڈاکٹر سبطین کے منع کرنے کے باوجود وہ سلام کرتا ہوا اٹھ بیٹھا۔ پاؤں سمیٹ لیے۔ موبائل پھسل کر گود میں آ گرا تھا۔ سبطین اس کے دائیں جانب اور ڈاکٹر عندلیب اس کی پائنتی پر کھڑی ہوگئی تھی۔ سینے پر بازو لپیٹے کہنی پر بیگ لٹکائے۔ وہ پہلے بھی اسے کئی بار دیکھ چکے تھے۔ کھلی رنگت' روشن چہرہ بہت پر اعتماد بچہ تھا۔ مگر اس وقت زرد رنگت' مرجھایا چہرہ' نقاہت اس کے وجود سے چپکی لگ رہی تھی۔ انہیں دلی رنج بھی ہوا' انتہائی غصہ بھی آیا۔ ڈاکٹر سبطین نے بھنوئیں اچکا کر اک نظر بیگم کو دیکھا اور پھر حماس سے مخاطب ہوئے۔

"یہ مت سمجھنا کہ ہم تمہاری عیادت کے لیے آئے ہیں۔" وہ لفظ جما کر ٹھہر ٹھہر کر بولنے لگے۔

"خوب جانتے ہیں کیسے ہو' کتنے پانی میں ہو' اور جو یہ دو کارنامے اوپر تلے کیے ہیں' اس پر تیم تو بنتی ہے' افسوس یا عیادت نہیں۔۔۔ تم خود کو جینئس لڑکے سمجھتے ہو' سیٹوں کی کمی اور میرٹ کے بڑھ جانے سے رہ گئے' چلو مانا افسوس ہوا۔۔۔ پچھلی بار جو ہوا سو ہوا' مگر اس بار ذہین بچوں کے نمبروں نے میرٹ بڑھا دیا' وہ اپنی جگہ۔ مگر یہ مت بھولنا' فارمز فل کرنے میں تم صرف اپنی غلطی کی وجہ سے رہے ہو' ٹوٹل اپنی غلطی کی وجہ سے۔۔۔ میڈیکل سائنس جانداروں پر تجربے کرتی ہے اور اس میں غلطی کی کوئی گنجائش نہیں۔

ہم تمہیں یہ سب جتانے نہیں آئے بلکہ یہ واضح کرنے آئے ہیں' ہماری بیٹی کو سیڑھی بنا کر یوز کرنے کی ضرورت نہیں ہے' وہ شہر کے مایہ ناز ڈاکٹرز کی بیٹی اور مستقبل کی ڈاکٹر ہے' اس کا کیریئر برائٹ ہے' اور تم۔۔۔ تم کیا ہو' ناکام لڑکے۔"

"ہونہہ۔۔۔ میرا مشورہ ہے اپنے اور اس کے کلاس اور کیریئر ڈیفرنس کو انڈر اسٹینڈ کرو۔"

حماس کتنی بار ان سے مل چکا تھا۔ سنجیدہ' مدبر سے جیسا کہ اکثر ڈاکٹرز ہوتے ہیں۔ اس کے تعلیمی کیریئر اور فیوچر پلاننگ پر سراہتے اس کا حوصلہ بڑھاتے تھے اور اس وقت ان کا لہجہ اور انداز اس کی سمجھ سے باہر تھے۔ وہ پھٹی آنکھوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ اسے پہلی بار اپنا آپ کسی بلندی سے بری طرح گرتا محسوس ہوا۔ ان کا لمحے بھر کا توقف اس کے بدن میں چنگاری سلگا گیا۔

"انہوں نے گہری سانس لیتے ہوئے قطعی لہجے میں کہا۔

"میری بیٹی سے کم از کم دو میل دور رہنا' سمجھے' میں نہیں چاہتا اس کا کیریئر تباہ ہونے کی وجہ تم بنو۔" انہوں نے گردن سے ڈاکٹر عندلیب کو چلنے کا اشارہ کیا اور جانے کو مڑے۔

ڈاکٹر عندلیب چند قدم چل کر اب ان کی جگہ آرکی تھیں' ان کی آنکھوں میں بہت نرمی تھی' لہجہ اس سے بھی زیادہ ملائم۔ وہ اس وقت اسے مزید کچھ کہنا نہیں چاہتی تھیں' بہت ہو چکا تھا مگر انہیں کہنا تھا۔

"میرا بھتیجا دو ماہ بعد چائنا سے ایم بی بی ایس کر کے آرہا ہے' بے شک چائنا سے مگر۔۔۔ ایم بی بی ایس۔"

"وہ پریکٹس اور اسپیشلائزیشن یہاں پر کرے گا ہم نے بسامہ کی بات اس سے طے کر رکھی ہے' چند ماہ

بعد انگیجمنٹ ہے۔ اگر تمہاری کوئی نیٹ آئی ڈی ہو تو ضرور دینا انگیجمنٹ کی پکس سینڈ کردوں گی۔

"تم فرینڈ ہو ناں بسامہ کے۔۔۔ ہاں۔" انہوں نے اس کا گال نرمی سے تھپکا۔ "بیسٹ آف لک ڈیئر۔" کہہ کر میاں کے پیچھے قدم بڑھا دیے۔

زینت دروازے کی چوکھٹ میں کسی سانس نکلی مورتی کی طرح ایستادہ تھیں۔ ایک تو اپنے سے بڑے لوگ گھر آجائیں انسان ویسے ہی پریشر میں آجاتا ہے پھر جس طرح کی گفتگو انہوں نے سنی وہ تو ہل ہی نہیں سکیں۔ ان دونوں کو ماں بیٹے کی حالت پر دلی دکھ تھا اور ہمدردی بھی۔ اس طرح کی صورت حال میں اس طرح کا ماحول پیدا کرنا نہیں چاہتے تھے۔ ان کا ارادہ تھا کہ کسی وقت بیٹھ کر آرام سے اسے سمجھائیں گے مگر موقع ہی نہ ملا۔ سب کچھ آناً "فاناً" ہو گیا بار بار اس کی کال۔ انہیں سب ٹھیک کرنے کے لیے سخت رویہ اختیار کرنا پڑا۔ اب انہوں نے زینت کو تاسفانہ دیکھا اور لہجہ قدرے نرم کر کے بولے۔

"یہ آپ کا اکلوتا بیٹا ہے' سمجھائیں' اپنی زندگی برباد کرے نہ میری بیٹی کی۔۔۔" وہ تیزی سے باہر نکل گئے۔

عندلیب نے میاں کی تقلید کی' انہوں نے گاڑی میں بیٹھتے ہی ہلکی سی جھرجھری لیتے کہا تھا۔

"اف بڑا مشکل تھا۔۔۔"

"مگر بالکل ٹھیک ہو گیا۔۔۔ آئی ایم شیور۔" انہوں نے گاڑی تیزی سے آگے بڑھا دی۔

☆ ☆ ☆

اس نے اپنے باریک گولڈن فریم کی عینک کو کنپٹی پر جماتے وائر ٹل چرخی۔۔۔ سے وائر کا سرا نکال کر گیج (جانچنے والا آلہ) پر سیٹ کیا اور مختلف آلات کی مدد سے اس تار کو جانچ کر مختلف زاویوں سے سیٹ کرنے میں منہمک رہا۔ کہنیاں ٹیبل پر جمائے کرسی پر خاصا آگے ہو کر بیٹھا نچلا ہونٹ چباتے کچھ سوچتے ہوئے قریب رکھے جدید کیلکولیٹر پر کچھ جمع تفریق کیا۔

"ہوں۔" ذرا سا سر اثبات میں ہلاتے خود کلامی کی پھر اس تار سے الیکٹرک کرنٹ گزارا۔ ٹیبل پر ساری بتیاں روشن ہو گئی تھیں۔ اس کی جونیئر کولیگ مس صدف مسکراتے ہوئے لیب میں داخل ہوئی۔ ایک لفافہ اس کے قریب رکھتے ہوئے، بہت فخر سے کہا تھا۔

"میں نے آپ سے کہا تھا ناں۔۔۔ پروفیسر حماس آپ اس تجربے پر Nominate (نامزد) ضرور ہوں گے۔"

اس نے ذرا کی ذرا گردن اٹھا کر مس صدف کو دیکھا پھر نگاہ لفافے پر جمائی۔ سر کی معمولی سی جنبش سے "اوکے" کہا تھا۔ چہرے پر وہی ہمیشہ کا سرد رعب' سنجیدہ' ٹھوس لہجہ اور روشن آنکھیں۔ مس صدف کو کتنی حسرت تھی ان کے چہرے پر مسکراہٹ دیکھنے کی۔

ان کی ساتھ ایک لیب میں کام کرتے تقریباً" چار پانچ سال ہو گئے تھے۔ وہ اس کی شخصیت کے سحر میں جکڑی جا رہی تھی اور وہی کیا اکثر کولیگ ہی متاثر ہوئے بنا نہیں رہتی تھیں مگر وہ کوئی سرد چٹان تھا۔ مجال ہے جو کسی کی حوصلہ افزائی کی ہو' کام کی بات پر بھی گن کر لفظ ادا کرتا اور پھر اپنے کام میں مگن۔ اس نے اپنی لیب میں انتہائی سستی سولر پلیٹ بنائی تھی۔ ڈیڑھ فٹ مربع کی پلیٹ بیک وقت سو بلب روشن کرنے والی۔ وہ اپنے اس پروجیکٹ کو ایک پسماندہ گاؤں میں متعارف کروا رہا تھا اور کس طرح یہ کام مکمل مفت ہو' اس کے لیے اس نے متمول افراد سے سوشل میڈیا پر فنڈنگ کی گزارش کی تھی اور فنڈنگ شروع ہو گئی تھی۔

یہ ایک بہت بڑی کامیابی تھی۔ اسی کامیابی پر اسے اٹامک پاور پلانٹ کی جانب سے ایوارڈ کے لیے منتخب کیا گیا تھا۔ تقریب کا دعوت نامہ وہ بطور خاص خود لے کر آئی تھی۔ یہ ایک بڑی خبر تھی' بندہ دیکھ کر خوشی سے پاگل ہو جاتا ہے۔ چلو وہ پاگل تو نہ ہوا اتنا جینئس سائنس دان ہے مگر کھل کر مسکرائے تو سہی۔ لیکن اس نے اسی سنجیدگی سے کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے لفافہ کھولا' تاریخ اور جگہ پڑھی' بند کر

Scanned with CamScanner

کے واپس ایک جانب میز پر رکھ دیا۔

"بیٹھیں آپ..." اس نے مس صدف کو سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا پھر ٹیبل پر سیٹ کیے پروجیکٹ کے بارے میں ڈسکس کرنا شروع کر دیا۔ 'کیسا برف کا جما تودا ہے 'مجال ہے کہ پگھل جائے۔' اس نے خیال کو جھٹکا اور پروجیکٹ کو سمجھنے لگی۔

"اس پروجیکٹ کے لیے جس این جی او نے سب سے زیادہ فنڈنگ کی ہے 'وہ ایک ڈاکٹر چلا رہی ہے۔"

"اچھا! مس صدف کی اطلاع پر اس نے ہلکے سے ابرو اچکائے پھر پروجیکٹ کی تار کسی اور سیل سے جوڑ کر چیک کرتے استفسار کیا۔

"کون سی ڈاکٹر؟" بالکل سرسری سا لہجہ تھا۔

"ہو...ں...ں۔" صدف نے کچھ دیر دماغ کھنگالا پھر کہا۔

"نام تو اب یاد نہیں آ رہا کچھ مختلف سا تھا لیکن جو اس تقریب کے چیف گیسٹ ہیں 'ان کی کچھ لگتی ہیں' آئی تھنک بھانجی 'بھتیجی.... دو کروڑ کی فنڈنگ کی ہے انہوں نے.... اور شاید اپنے ایم این اے انکل سے کوئی گرانٹ بھی منظور کروا رہی ہیں۔"

"ویٹس گڈ۔" وہ مرعوب ہوا۔

"مس! اگر دنیا میں برے لوگ موجود ہیں تو اچھے بھی بہت سے ہیں 'تب ہی کاروبار کائنات چل رہا ہے۔ بہرحال اگر کوئی مخلص این جی او ہے تو ہمیں ان سے رابطے میں رہنا چاہیے۔ یقیناً" اس میں ہمیں بھی چیرٹی کرنی چاہیے۔ کیوں آپ کا کیا خیال ہے۔" اس نے اپنے مصروف اور کام میں مگن انداز میں بولتے ہوئے لمحہ بھر نگاہ اٹھا کر رائے لی۔ توجہ سے اسے سنتی مس صدف کا دل یک لخت بہت تیز دھڑک کر نارمل ہوا اور بے حد خوش بھی۔

"چلو کسی کے حوالے سے ہی سہی مگر بات تو مجھ ہی سے کی ہے وہ بھی اتنی لمبی 'ورنہ تو لگتا تھا ایک روبوٹ ہی ہے صرف نئی نئی ایجادات کرنے والا۔"

"جی! جی سر۔ آئی ایگری۔" وہ فوراً" سنبھلی اور دعوت نامہ اٹھایا۔

"آئی تھنک انویٹیشن لیٹر میں این جی او 'اینڈ آرگنائزرز کا نام ہوگا۔" وہ دعوت نامہ کھول رہی تھی لیکن حماس حیدر کو کہیں ضروری جانا تھا۔ وہ کرسی دھکیلتے ہوئے اٹھا۔ اور نارمل انداز میں کہا۔

"مس صدف لیب اپنی نگرانی میں بند کروائیے گا۔ ایکچولی مجھے ایک میٹنگ میں جانا ہے۔"

"اٹس او کے سر۔" بات کو ذرا بھی اہمیت نہ ملنے پر اسے کچھ سبکی ہوئی پھر لیٹر ان کی طرف بڑھا دیا۔

"ادھر ہی رکھ دیں 'میں نے ڈیٹ دیکھ لی ہے۔" لمحے میں ہی وہ دیوتا اپنی تمام وجاہت کے ساتھ قدم اٹھاتا دروازہ دھکیل باہر نکل گیا۔

المونیم کے بند دروازے کو مس صدف دیکھتے سوچتی رہ گئی۔

"اللہ جی! جذبات سے عاری بندوں کو آپ اتنا خوب صورت کیوں بناتے ہیں۔"

☼ ☼ ☼

اٹھائیس سال کی عمر میں وہ شہر کی بہترین گائنا لوجسٹ مشہور ہوگئی تھی۔ اس کی ایک وجہ والدین مشہور ڈاکٹرز تھے پھر اپنا چلتا اسپتال تھا۔ نام سے نام جڑ بن گیا۔ وہ اپنی مصروفیات کے ساتھ ایک فلاحی تنظیم چلا رہی تھی۔ جس کا مقصد لوگوں کو بہتر صحت و تعلیم کی فراہمی تھا۔ ایک دن میگزین میں سولر سسٹم پر لمبا سا آرٹیکل پڑھا تو بس پڑھتی چلی گئی تھی۔ اس کی تصویریں دیکھ کر وہ حق دق تھی۔ وہ آج بھی ویسا ہی تھا۔ بس معصوم لڑکپن بارعب مردانگی میں بدل گیا تھا۔ یا پھر چہرے کے نقوش میں ایک عدد چشمے کا اضافہ ہوا تھا۔ قیمتی سوٹ پہنے کسی آفس میں بیٹھا صحافی کو انٹرویو دیتے ہوئے مختلف انداز میں اس کی تصویریں تھیں۔ اس کے مختلف اقوال نمایاں کر کے جگہ جگہ لگائے گئے تھے۔ اس نے کئی بار ادھر ادھر سنا تھا کہ سولر پینلز کو سستا کرنے کے لیے بڑی تیزی سے کوئی سائنسدان کام کر رہا ہے۔ آج اسے پتا چلا تھا کہ وہ تو وہی ہے۔ جسے وہ پچھلے دس سالوں سے ڈھونڈ رہی تھی۔

Scanned with CamScanner

☼ ☼ ☼

کچھ دن کی پابندی کے بعد جب اسے اس کا سیل واپس ملا اس نے سب سے پہلے اس کا نمبر ملایا تھا۔

"مطلوبہ نمبر بند ہے۔" بار بار ایک ہی جواب 'وہ عاجز آگئی۔ موقع دیکھ کر وہ ان کے گھر گئی۔ وہاں تالا لگا تھا۔ ارد گرد سے پوچھا

"باجی وہ تو کل ہی گئے ہیں۔"

"کہاں؟"

"پتا نہیں جی' آناً فاناً گھر بیچ دیا۔"

"ایسا کیسے ہو گیا' اس گھر سے تو آنٹی کو بہت پیار تھا' بیچنے کی تو کبھی بات ہی نہیں کی تھی' پھر اچانک۔" نیاز محمد سے پوچھا۔ وہ لاعلم تھا یا شاید جان بوجھ کر بن گیا تھا۔

اکیڈمی' کالج کے اساتذہ سے پتا کیا' شاید معلوم ہو' کسی کو کچھ علم نہیں تھا البتہ پروفیسر زاہد نے بتایا تھا کہ کچھ دن پہلے میرے پاس آیا تھا۔ میں نے کافی سمجھایا' تعلیم کا سلسلہ جاری رکھے' کافی ڈس ہارٹ تھا۔ لیکن اس نے علاقہ بدلنے کے بارے میں کوئی ذکر نہیں کیا تھا' نہ ارادہ تھا۔ البتہ سبجیکٹ بدلنے کا کچھ پلان کر رہا تھا۔"

بسامہ کی ساری امیدیں ختم ہو گئی تھیں۔ اتنا بڑا شہر' کہاں تلاش کرے۔ لیکن پھر بھی وہ لاشعوری طور پر ہر سال میڈیکل کالجز کی ایڈمیشن لسٹ کسی روٹین کی طرح دیکھتی تھی۔ ہو سکتا ہے اس نے ٹیسٹ دیا ہو' اسے ڈاکٹر بننے کا جنون تھا اور آج اس کی نظروں کے سامنے کرسی پر جما دونوں بازو مضبوطی سے ٹیبل پر جمائے پورے اعتماد سے کیمرے کو دیکھتا صحافی سے باتیں کر رہا تھا۔

پروفیسر ڈاکٹر حماس کی سنجیدہ مسکراہٹ' اس کے دل کو کچھ ہوا' بالکل غیر ارادی طور پر اس نے تصویر کو چھونا چاہا پھر جھجک کر اس نے میگزین لپیٹ کر ایک جانب رکھ دیا۔ لیکن بے چینی بڑھ گئی تھی اس نے پھر میگزین کھولا' سارا انٹرویو پڑھا۔

"جی بالکل' میں آپ کی بات سے اتفاق کرتا ہوں۔"

وہ صحافی کے پوچھے گئے کسی سوال کے جواب میں تفصیل بتا رہا تھا۔ "ہمارے ملک میں بہت ٹیلنٹ ہے' معدنیات بھی بہت ہیں لیکن میرا ذاتی خیال ہے ہمیں وہ چیز یوٹی لائز (استعمال) کرنی چاہیے جو ہمیں بہ آسانی ملے' جیسا کہ سورج' بادل بھی چھائے ہوں' انرجی دیتا رہتا ہے اور پھر ایک اور چیز' ہمارے یہاں کوڑا کرکٹ پھیلانے کا بہت رواج ہے' لوگ پسند کرتے ہیں کوڑے کو۔" اس کے سنجیدہ لطیفے پر صحافی بھی ہنس دیا۔

"تو ہمیں اس کوڑے سے انرجی بنانی چاہیے' کیوں کہ یہ آل ریڈی ہمارے پاس وافر موجود ہے' نکالنے کے لیے فورس بھی نہیں چاہیے اور جو چیز ہمارے وسائل' لاگت سے باہر ہو اس پر وقت اور افرادی قوت ضائع کرنے سے کیا فائدہ۔" بسامہ کو پڑھ کر خوشی ہوئی تھی۔

"تم نے بہت اچھا یوٹی لائیز کیا خود کو' بہت خوشی ہوئی حماس۔" اس نے سارا انٹرویو بغور پڑھا۔ کہیں کوئی ذاتی زندگی پر سوال نہیں تھا یا شاید صحافی کو ذاتیات پر منع کر دیا گیا ہو' اس میں اس کی ویب سائیٹ' ای میل ایڈریس تھے۔ اس نے نیٹ پر اسے سرچ کیا۔ اس کا نام لکھتے ہی اس کے بہت سے پیجز کھلنے لگے۔ بسامہ کو بے حد حیرت ہوئی' اسے پہلے نیٹ کا خیال کیوں نہیں آیا یا شاید اس کے ذہن میں آج بھی وہ نو عمر لڑکا تھا جو نیٹ استعمال کرنا وقت اور پیسے کا ضائع ہونا سمجھتا تھا۔ یہاں بھی اس کی فیملی' ذاتی زندگی کے متعلق کچھ نہیں تھا۔ نہ کوئی پکس نہ اسٹیٹس۔ البتہ مختلف پروجیکٹس بمع تصاویر نمایاں تھے۔ ایک اسٹیٹس واضح تھا۔ کہ وہ کسی دیہی علاقے کی فنڈنگ کا کہہ رہا تھا۔ بسامہ نے اس پروجیکٹ کے لیے فنڈز اکٹھے کرنے شروع کیے تھے۔ کئی بار دل میں آیا' جا کر اس سے مل کر آئے پھر سوچ کر رد کر دیا۔

"وہ گم نہیں ہوا تھا۔ وہ چھپا تھا' اسے خود سامنے آنا چاہیے' میں آج بھی اسی شہر' اسی جگہ رہ رہی ہوں۔

Scanned with CamScanner

ہو سکتا ہے میں اب تک اسے یاد بھی نہ ہوں۔"

گاؤں میں وہ تعارفی پروجیکٹ نصب کرنے کے بعد ایوارڈ کی تقریب کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس فنکشن میں علاقے کا ایم این اے تمبامہ کے ماموں مہمان خصوصی تھے۔ وہ ان ہی کے توسط سے وہاں آئی تھی پھر تقریب کے کارڈ بھی اس کی این جی او کی جانب سے پرنٹ ہوئے تھے۔ وہ پچھلی نشستوں پر جان بوجھ کر بیٹھی تھی۔ اسے اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ کر بے طرح ہلچل مچ گئی تھی اور اس کا ایک جملہ۔

"اپنی زندگی قسمت کو جینے مت دیں، بلکہ زندگی سے کہیں وہ قسمت کو جیئے۔" سن کر اس سے وہاں بیٹھنا دشوار ہو گیا وہ اسٹیج سے اترا۔ وہ پچھلے دروازے سے باہر نکل گئی۔

دھند کے سفید بادلوں میں اس کا سارا وجود پگھل رہا تھا کب تقریب ختم ہوئی۔ کس کس نے اس کی تعریف میں کیا کیا کہا۔ اسے کچھ پتا نہیں تھا۔ اس کے سامنے تھے تو صرف وہی مناظر جب اسے بے جان حالت میں اسپتال لے جایا گیا تھا یا وہ کوریڈور میں اہنکو پر چلا رہی تھی اور پھر پاپا کی گاڑی میں بیٹھی بے طرح رو رہی تھی۔ کب وہ لوگوں کے جھنڈ سے گزر کر اپنی قیمتی گاڑی کی جانب بڑھا۔ اس نے دور سے ایک نیلے سوٹ میں ملبوس چوڑی پشت کو گاڑی میں سوار ہو کر گاڑی اسٹارٹ کرتے دیکھا تھا۔ قدم خود بخود اس سمت بڑھنے لگے تھے۔

دھند میں سفر بے حد مشکل ہوتا ہے اور جب اندر بھی بہت دھند ہو تو ناممکن۔ شدید دھند کے باعث اس نے صرف وہی سڑک عبور کی۔ گاڑی روکی، باہر نکل آیا۔ اندر اس کا دم گھٹ رہا تھا۔ باہر نکلتے ہی اس نے ٹائی کی گرہ ڈھیلی کی اور آہستہ آہستہ فٹ پاتھ پر چلتا گیا۔ اسٹیج پر اس کی شان میں کمپیئر نے بہت قصیدے پڑھے تھے۔

"انتیس سال کی چھوٹی سی عمر میں بہت نام کما لینے والے ملک کے مایہ ناز پروفیسر ڈاکٹر حماس حیدر، ساری قوم آپ کی کامیابیوں پر سلیوٹ کرتی ہے۔" یہ لفظ ہال میں بھی اس کے کانوں پر سیسے کی طرح گرے تھے اور اس وقت بھی گھٹن میں اضافے کا باعث بنے۔ اس کے کانوں کو ایک جملے کی عادت تھی۔

"مایہ ناز ڈاکٹرز کی بیٹی بسامہ، مستقبل کی ڈاکٹر۔ اور تم، تم کیا ہو۔ ناکام، ناکام۔" بس ناکامی کی گونج تھی۔ وہ بجلی کے کھمبے کے پاس رک گیا۔ اس نے پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ اڑستے دھند کے ساتھ الجھ کر گرتی پول کی روشنی کو دیکھا تھا۔

"تو پاگل ہو گیا ہے، کیوں اتنی دیر سے ایک طرف ہی دیکھے جا رہا ہے، دفع کر، جو بکواس وہ کر کے گئے ہیں کرنے دے، بڑے آئے مستقبل کی ڈاکٹر کے ماں باپ، جس دن بن جائے گی ناں، دیکھ لیں گے۔"

"اسے کیوں بد دعا دے رہی ہو، اس کا کیا قصور امی۔"

"بد دعا نہ دوں، پھر کیا کروں۔ لعنت بھیج ان کی صورتوں پر، اپنی کو قابو کیا نہیں۔ یہاں آ گئے منہ اٹھا کے باتیں سنانے، ہونہہ، اٹھ چل منہ ہاتھ دھو کھانا کھا لے۔"

اپنے جوان ہوتے بیٹے کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر زینت ساری کانپ گئی تھیں۔ ڈاکٹر سبطین، عندلیب کے جانے کے بعد انہیں غائبانہ گالیوں سے نوازا تھا پھر بیٹے کی دلجوئی میں لگ گئیں۔

"میری بات سن حماس، میرے بچے، قسمت اللہ بناتا ہے، ہو سکتا ہے تیرے نصیب میں کسی اور طرح رزق لکھا ہو، کوئی اور کامیابی لکھی ہو، ڈاکٹری ضروری تو نہیں۔ تو اللہ سے دعا مانگ، اسے پکار، وہ راستہ دکھائے گا۔"

"پکارا تو تھا، اللہ نے میری نہیں سنی۔" اس کی آواز رندھ گئی۔ "میں نے ایک سال میں اس کا پورا کلام حفظ کر لیا تھا امی، پورا قرآن پاک۔"

"اللہ مجھ سے تب بھی راضی نہیں ہوا۔"

"چل پاگل۔ تو نے کون سا اللہ کو راضی کرنے کے لیے قرآن پاک حفظ کیا تھا، تجھے تو دنیا سے نمبر چاہئیں تھے، نمبر تیرے آ گئے، تو نے اللہ سے یاری نہیں کی

Scanned with CamScanner

تھی 'اللہ بھی تیری صلاحیت دیکھتا رہا۔ حماس!'" انہوں نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے اسے اپنے ساتھ لگالیا۔

"میرے بچے 'اللہ تو اپنے منکر لوگوں کو بھی بے یارو مددگار نہیں چھوڑتا' وہ کہیں نہ کہیں رستہ بنادیتا ہے تو اپنے ٹیچرز سے مل' مشورہ کر۔۔۔ اپنی اس مشین۔۔۔" انہوں نے اس کی کن پٹی پر انگلی رکھی۔ "کی صفائی کر' کہیں نہ کہیں بہتر راہ ملے گی' ڈاکٹر بنے بغیر تو بھوکا تھوڑی مرجائے گا اور نہ صرف ڈاکٹر ہی لوگوں کی خدمت کرتے ہیں۔۔۔ اور تیرا باپ ڈاکٹر نہ ہونے کی وجہ سے تھوڑی مرا تھا' ڈاکٹر تو آگیا تھا' بجلی نہیں آئی تھی' حماس' میرے لال! ڈاکٹر تو صرف مرتے ہوئے کو بچاتا ہے' بچے ہوؤں کو زندہ رکھنا زیادہ بڑا کام ہے' اور کوئی پڑھائی پڑھ لے۔"

اپنی ان پڑھ ماں کی باتیں کچھ دماغ میں سما گئی تھیں۔ وہ چند دن بعد اپنے اساتذہ سے ملا انہوں نے پیار سے سمجھایا تھا۔

"حماس' مزید وقت ضائع نہ کرو۔ تم بائیو کی جگہ ایڈیشنل میتھ کا پیپر دو' اپنا شعبہ بدل لو' تم ذہین قابل لڑکے ہو' ملک و قوم کو تمہاری ضرورت ہے' تمہیں تیاری میں مسئلہ نہیں ہوگا۔"

بند گلی میں اسے راستہ نظر آگیا تھا۔ پہلے اس نے ایڈیشنل میتھ کا پیپر دے کر پری میڈیکل کو پری انجینئرنگ میں بدلا پھر فزکس کو منتخب کرکے آگے بڑھا تو کامیابی سے بڑھتا چلا گیا۔ اسے پی ایچ ڈی کرنے میں زیادہ وقت نہیں لگا تھا۔ جس طرح اس نے مضمون بدلنے کا ارادہ کیا تھا اسی طرح علاقہ بدلنے میں بھی وقت نہیں لگایا۔ زینت ہر فیصلے میں اس کے ساتھ تھی' جلد ہی گھر بک گیا اور وہ دوسرے مضافاتی علاقے میں شفٹ ہوگئے۔ تعلیمی سفر شروع ہوا۔ جب اس نے سولر پلیٹ کم لاگت میں متعارف کروائی تو اٹامک پاور میں اس کے ساتھی حیران رہ گئے تھے۔ اگلا پروجیکٹ کچرے سے ایندھن بنانے کا تھا۔ جو ایک گاؤں میں متعارف ہوتے ہی کامیابی سے پھیل گیا۔ مگر اس کے کانوں میں آج بھی وہی جملہ تھا۔

"اور تم۔۔۔ تم کیا ہو۔۔۔ ناکام۔" یا پھر ڈاکٹر عندلیب کے جتاتے لفظ "بھلے چاہتا ہے مگر ایم بی بی ایس۔" ٹھک ٹھک کانوں میں گر رہے تھے۔ یہ الفاظ اسے کبھی اپنی کامیابی پر خوش ہونے ہی نہیں دیتے تھے۔

"اللہ! میں نے تو کبھی بسامہ کو سیڑھی بنانے کا نہیں سوچا تھا' کیوں آگئی تھی میری زندگی میں' ایک ناکام شخص کو ہمیشہ کے لیے ناکام کرنے۔" اس نے گردن اونچی کیے کھمبے پر جلتے بلب کو دیکھتے ہوئے آنکھیں زور سے بند کر رکھی تھیں۔ ٹھنڈی دھند مدھم روشنی میں لپٹ کر اس کے چہرے کو روشن کر رہی تھی۔

اس کی دائیں کہنی پر سفید کوٹ اور بائیں شانے پر اسٹرپ والا پرس جھول رہا تھا۔ تھکے تھکے قدموں سے وہ فٹ پاتھ پر سیدھی چلتی آرہی تھی۔ کوئی منظر واضح نہیں تھا بس دھند ہی دھند تھی۔ وہ فنکشن میں ماموں کے ساتھ آئی تھی۔ استقبالی پروٹوکول خاصا عجیب لگا۔ وہ نکل کر ایک طرف ہوگئی۔ ماموں نے اسے گھرکا تھا۔ انہیں اپنی یہ خبطی بھانجی بالکل پسند نہیں تھی۔

"لو بتاؤ' دنیا پروٹوکول پر مرتی ہے' اور ایک یہ ہے۔۔۔ بھلا میرے ساتھ ٹانگ پر ٹانگ جما کر بیٹھے۔ آنے کے لیے کیسے اتاولی ہوئی تھی' کارڈ خود چھپوائے اور اب جا کر پیچھے بیٹھ گئی۔"

اسی طرح باہر بھی نکل گئی۔ ماموں کو بھی پروا نہیں ہوئی' چلی گئی ہوگی کسی طرح۔ اور وہ یہاں فٹ پاتھ پر دھند کے مزے لے رہی تھی۔ وہ چند قدم کے فاصلے پر تھی جب اس کی نیلی پشت دیکھ کر ٹھٹکی۔

"حما۔۔۔ س۔۔۔" اسے خود اپنے منہ سے یہ لفظ اجنبی لگا تھا بالکل حماس کی طرح' جسے اپنی سماعت پر یقین نہیں آیا تھا۔ اس نے جھٹکے سے مڑ کر دیکھا۔ بسامہ منہ وا کیے' آنکھیں پھاڑے اسے تک رہی تھی۔ کتنے پل تو یہ سمجھنے میں لگ گئے کہ وہ حقیقت میں ہیں یا دھند میں کوئی عکس بن رہا ہے' دونوں دو دو قدم آگے آئے' آنکھیں آنکھوں میں جمی تھیں۔ اور لب خاموش۔ لفظ سنگ مرمر کے ہوگئے۔ ایک پل کو تو انہیں اپنا وجود بھی سنگ مرمر جیسا بے جان' حرکت

Scanned with CamScanner

سے عاری لگتا تھا۔ حماس نے بہت ہمت کر کے اپنے تعجب پر قابو پایا۔

"بسامہ۔۔۔ کیسی ہو؟"

"خضر۔۔۔" اس کے غیر یقینی جواب نے بالکل گنگ کردیا۔ جو الفاظ بلبلوں کی مانند اندر بن اور پھٹ رہے تھے، سب جھاگ کی طرح بیٹھ گئے۔ کتنی دیر تو سمجھ میں نہیں آیا کہ اب کیا بات کرے، پھر کچھ ہمت کر کے اجنبی انداز میں پوچھا تھا۔

"اسی شہر میں ہوتی ہو؟"

"میرا خیال ہے میں شروع سے اسی شہر میں ہوتی ہوں۔" اس کے جواب اسے لاجواب کر رہے تھے۔

اس نے سر کو کچھ خم دے کر اٹھایا اور گہری سانس خارج کر کے آہستہ آہستہ اس کے قریب سے ہو کر آگے چلنے لگا۔ وہ بھی ہم قدم چل رہی تھی۔ دونوں مسافر، دونوں چپ، دھندلی شام اور گم ہوا کی طرح چلتے ہوئے اس نے خفیف سا رخ اس کی جانب کر کے دیکھا۔

"آنٹی انکل کیسے ہیں اور تمہاری فیملی۔۔۔ کیسی ہے؟" بسامہ کے چہرے پر ناگواری اتری۔

"میرا خیال ہے یہ دونوں ایک ہی سوال ہیں۔" یہ جواب ایسا تھا جو حماس کی سمجھ میں بالکل نہیں آیا۔ اس کی الجھی بھنوؤں کو دیکھ کر وہ خود ہی بول دی۔

"میری فیملی میں شروع سے صرف میرے ماں باپ ہی تھے۔"

"نہیں، میرا مطلب ہے۔۔۔" وہ قدرے رکا۔

"تمہارا کزن، آئی مین فیانسی، انگیجمنٹ ہوگئی تھی نا تمہاری۔۔۔؟"

"واٹ۔" شاک اب لگا تھا۔ یہ بھی ٹھیک تھا کہ اس کے بہت سے رشتے آئے تھے۔ اکثر تو کزنز ہی تھے۔ مگر وہ انکار کرتی رہی۔ ابھی پچھلے مہینے ماموں کے بیٹے کا پرپوزل رد کیا تھا مگر یہ سب باتیں اس سے دور ہو جانے کے بعد کی تھیں۔ اسے کس نے بتائیں۔ پہلے سے پہلے کی منگنی اس نے شاکی نگاہ سے اسے دیکھتے پوچھا۔

"تم سے کس نے کہا؟" پل بھر کے لیے وہ بھی سٹپٹا گیا تھا پھر ڈاکٹر عندلیب کا سارا جملہ ذہن میں دہرایا اور منہ سے نکلا۔

"ڈاکٹر عندلیب نے۔"

"مما نے!" وہ بڑبڑائی اور پھر کچھ عرصے پہلے والا واقعہ ذہن میں کوندے کی طرح لپکا۔

وہ فارغ اوقات میں اب اکثر پروفیسر ڈاکٹر حماس حیدر کی پروفائل کھول کر بیٹھ جاتی۔ کبھی اس کا اسٹیٹس کبھی پروجیکٹ دیکھتی رہتی تھی۔ اس دن وہ اسپتال سے آئے ہی تھے، عندلیب اس کی پشت پر تھیں۔ لیپ ٹاپ کی اسکرین پر نظر پڑتے ہی ان کے منہ سے نکلا۔

"ارے، یہ وہی لڑکا نہیں ہے۔۔۔ کیا نام تھا حماس۔" وہ گھوم کر اس کے قریب ہی بیٹھی تھیں۔ نام پر سبطین بھی چونکے اور دوسری جانب سے بیٹھے۔ دونوں دلچسپی سے اس کی پروفائل دیکھ رہے تھے۔ جب کہ بسامہ ان کی موجودگی میں اب بے چینی محسوس کرنے لگی تھی۔

"واؤ، اتنا کمال کردیا۔۔۔" بسامہ ماں کے لب و لہجے پر چونکی، نگاہ اٹھا کر انہیں دیکھا۔ وہ ذو معنی نگاہ سے میاں کو دیکھ رہی تھیں۔ اسے اس وقت ان کی بھنوؤں کا ستائشی اشارہ خاک بھی سمجھ نہ آیا تھا کہ وہ کیوں ایک دوجے کو دیکھ رہے ہیں مگر وہ دونوں اپنی خوشگوار حیرت کو خوب سمجھتے تھے۔ وہ کوئی معمولی ڈاکٹرز نہیں تھے۔ بلکہ تجربہ کار، ماہرین ڈاکٹرز میں ان کا شمار ہوتا تھا اور اپنے ایک اور کامیاب تجربے پر ان کی خوشی بنتی تھی۔ ان کا ایک بہت آزمودہ نسخہ تھا جو انہیں میڈیکل کے تیسرے سال بی ہیورل سائنسز میں پڑھایا گیا کہ جب مریض مکمل ٹھیک ہونے کے باوجود خود کو ٹھیک محسوس نہ کرے تو اس کو ایسے شرمندہ کرو کہ جو اس کی عزت نفس پر حملہ ہو اور وہ شرمندگی مٹانے کو بالکل ٹھیک ہو جائے یا پھر اسے چیلنج پر اکساؤ کہ وہ اٹھ کھڑا ہو۔ یہ ہے تو خطرناک تجربہ مریض اس کے برعکس بھی جا سکتا ہے لیکن بہت ہی کم ایسا ہوتا ہے۔ عندلیب کو

Scanned with CamScanner

حماس سے خطرہ محسوس ہوا تھا۔ مگر سبطین نے بہت وثوق سے کہا تھا۔

"اوں ہوں۔۔۔ جس طرح میں نے اس کی عزت نفس پر اٹیک کیا ہے، کم از کم وہ دوبارہ سوسائیڈ نہیں کرے گا۔ اور جس انداز میں تم نے اسے چیلنج کیا تھا، میں تو خود حیران رہ گیا تھا اور مجھے یقین تھا اگر اب وہ ایم بی بی ایس نہیں بھی کرے گا تو کم از کم ایسا کچھ ضرور کرے گا جو میڈیکل سے بھی ایک قدم آگے ہو۔ لکھ کر رکھ لو۔" اور واقعی اس کے کمال نے ان دونوں کا سر نادیدہ فخر سے بلند ہو گیا۔ ان کی آواز میں کھنک تھی۔

"تم اسے کب سے جانتی ہو، کبھی ذکر نہیں کیا؟"

وہ بہت پژمردگی سے بولی۔ "ابھی چند ماہ پہلے ہی سرچ کیا تھا۔"

"ہاں تو رابطہ کیا، ملی ہو اس سے؟ ڈاکٹر سبطین کا استفسار اس کے اندر انگارہ دہکا گیا۔ اس نے شاکی نگاہ سے انہیں دیکھا پھر گود سے لیپ ٹاپ ٹیبل پر رکھتے اٹھی۔

"مجھے اس گھر میں آخری قدم نہیں رکھنے تھے۔" وہ جتا کر کہتی رکی نہیں بلکہ متوازی چال سے چلتی اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔ اب پریشان ہونے کی باری ان دونوں کی تھی۔

"وہ ابھی تک دکھی ہے۔۔۔ کیا ہر پروپوزل ریجکٹ کرنے کی وجہ یہی تو نہیں۔" ڈاکٹر عندلیب کی رنجیدہ آواز پر سبطین سپاٹ بولے تھے۔

"یہ سب ضروری تھا، کچھ بہتر کرنے کے لیے رسک لینے پڑتے ہیں۔"

"چلیں ٹھیک ہے۔" عندلیب نے سوچتے ہوئے کہا۔

"آپ ملیں اس سے، رابطہ کریں۔"

"نہیں۔۔۔" انہوں نے نفی میں سر ہلایا۔ "وہ خود رابطہ بھی کرے گی، ملے گی بھی، اگر وہ اسے ضروری سمجھتی ہے تو۔" اور ڈاکٹر سبطین کا یہ مشاہدہ بھی درست نکلا، آج وہ اس کے روبرو تحیر میں ڈوبی کھڑی تھی۔ اسے بھی بی ہیورل سائنسز کے یونٹ یاد تھے اور پھر پاپا سے ڈھیٹ مریض ٹھیک کرنے والی چالیں کئی بار سن چکی تھی اب جیسے ہی واضح ہوا اسے ان دونوں پر شدید غصہ آیا تھا۔

"بڑا تکلیف دہ حربہ آزمایا ہم دونوں پر۔۔۔ آج وہ دونوں ڈاکٹرز میرے ہاتھوں سے بچیں گے نہیں۔" اس کے مسلسل دانت کچکچانے اور خاموشی پر وہ کوفت میں جتلا ہوا۔

"بھئی اس میں اتنی چھپانے والی کیا بات ہے، منگنی کا پوچھا ہے، سیدھی طرح بتا دے، مگر نہیں چپ ہے۔"

"ہاں آنٹی نے بتایا تھا، کیا ابھی تک منگنی ہی چل رہی ہے، شادی۔۔۔؟ تپ تو اسے پہلے ہی چڑھی ہوئی تھی اوپر سے اس کا سوالیہ نشان، اس نے دانت جما کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑیں۔

"یہ میرا دل ہے مسٹر حماس حیدر۔۔۔ تمہارے ریکٹر پر سجا کوئی پروجیکٹ نہیں ہے، جسے تم جب جہاں چاہو نصب کر دو، سمجھے۔" لمحہ بھر کے لیے تو اسے اس کی بات کا مفہوم سمجھ ہی نہیں آیا اور جب آیا وہ تیز تیز چلتی واپس جا رہی تھی۔ پھر وہ تیزی سے اس کی جانب لپکا۔

"بات سنو۔۔۔ بسامہ! میری بات سنو، پلیز۔"

فضا میں یک دم ہوا کے بہت سے جھونکے ابھرے۔ دھند مچل کر چھٹتی تیزی سے گرنے لگی۔ وہ دونوں اچھے خاصے ٹھنڈے اور نمی سے شرابور ہو رہے تھے۔ اس نے لمبے ڈگ بھر کر اسے کہنی سے جا پکڑا۔ وہ رکی مگر مڑ کر نہیں دیکھا۔ وہ سامنے آگیا۔

"دھند بڑھ رہی ہے، گاڑی میں بیٹھو، میں چھوڑ آتا ہوں۔"

"بڑھ نہیں رہی چھٹ رہی ہے۔۔۔ کچھ دیر بعد مطلع صاف ہو جائے گا۔" اس نے آنکھیں جما کر کہا تھا۔ حماس حیدر کی مسکراہٹ اس کے غصیلے انداز کو دیکھ کر گہری ہوتی چلی گئی۔ آپوں آپ بسامہ کے غصے میں مسکان کی کلی کھلتی چلی گئی۔

Scanned with CamScanner